نقیبِ ختمِ نبوت

ملتان

دِل کی بات

- سلطانیٔ جمہور کا آیا ہے زمانہ
- چھٹہ قاتل مرزائیوں کی سزائے موت کی منسوخی
- کیا ہم مہدی کے انتظار میں بیٹھے رہیں؟

جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ - دسمبر ۱۹۸۸ء

قلمی بے راہ روی کا ایک نمونہ

تلخ و شیریں

ضرورتِ نبوّت

ولادتِ مسیح علیہ السلام

تاریخ ہے اُس عظیم، مظلوم **صحابی** کا مزارِ اقدس، جن کی شخصیت کو اپنوں نے ہی طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے رکھا ــــــ اپنے آپ کو "برحق" کہا اور انہیں ناحق ــ!

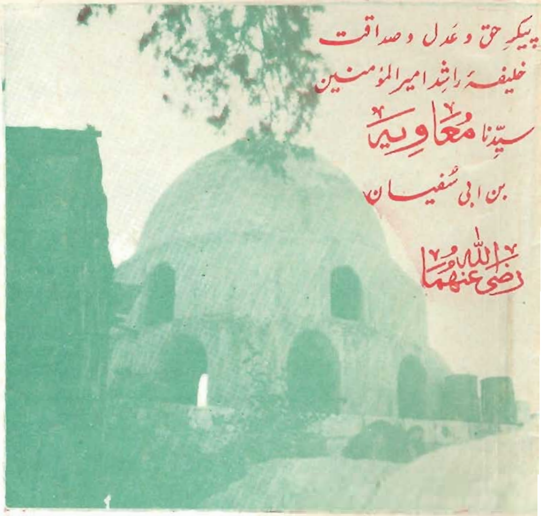

ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"یبعث اللہ تعالیٰ **معاویۃ** یوم القیٰمۃ وعلیہ رداءٌ من الایمان" (کنز العمال ج: ۶، ص ۱۹۰) "اللہ تعالیٰ قیامت کے روز معاویہ کو اس حالت میں اٹھائیں گے کہ اُن پر ایمان کے نور کی چادر ہوگی (جس میں وہ لپٹے ہوئے ہوں گے)" الحدیث۔

یکے از مطبوعات:

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوۃ — شعبۂ تبلیغ — عالمی مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

افکارِ احرار

لا نبیّ بعدی

اگر لَا نَبِیَّ بَعْدِی کا مفہوم سلامت نہیں تو ایمان کے جزو کا کروڑواں حصّہ بھی نہیں بچے گا ____ جڑ کو گھن لگے تو شاخ، پتیاں سلامت نہیں رہتیں۔ عقیدے کو درخت سمجھو۔ جب تک جڑ مضبوط نہ ہو درخت بار آور نہیں ہو سکتا۔ اب وہ ماں مرگئی ہے۔ جو نبی جنا کرتی تھی۔ مشاطۂ ازل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں میں وہ کنگھی ہی توڑ ڈالی جو زلفِ نبوت سنوارا کرتی تھی۔ اب زمانے کے یہ کنڈل یونہی رہیں گے لیکن کسی کنگھی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

آیئے ہمارے ساتھ تعاون کیجئے۔ ایک دن ہماری بات پورے مسلمانوں کی آواز بن جائے گی۔ جسے حکومت کو بھی سننا پڑے گا۔ ہمیں اپنے خدا پر کامل بھروسہ اور پورا الیقین ہے۔ ہم بھی حالات بدل کر دکھا دیں گے۔ ایک وقت آئے گا کہ جو کچھ آج ہماری زبان پر ہے پورے مسلمانوں کی دل کی دھڑکن ہو گا۔ بس میری مانو! دیوانے بن جاؤ۔ اس معاملے میں عقل کو جواب دے دو کہ یہ عقل کا نہیں عشق کا معاملہ ہے صحابہ کرام بھی صحیح معنوں میں دیوانگانِ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے۔ تبھی پوری دنیا پر چھا گئے۔ ؎

خدا با تیاں مے پرستی کنید
محمّد بگوئید و مستی کنید

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری
مُلتان۔ ۱۹۵۰ء

نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

جمادی الاوّل ۱۴۰۹ھ دسمبر ۱۹۸۸ء

سلسلۂ اشاعت ۱۱

سرپرست اکابر:

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مولانا حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

مولانا محمد عبداللہ مدظلہ

مولانا عنایت اللہ چشتی مدظلہ

مولانا محمد عبدالحق مدظلہ

رفقاءِ فکر

حضرۃ سید انور حسین نفیس زیدی مدظلہ

سید عطاء المحسن بخاری

سید عطاء المؤمن بخاری

سید عطاء المہیمن بخاری

سید محمد کفیل بخاری

سید عبدالکبیر بخاری

سید محمد ذوالکفل بخاری

سید محمد ارشد بخاری

سید خالد مسعود گیلانی

عبداللطیف خالد ○ اختر جنجوا

عمر فاروق عمر ○ محمود شاہد

قمر الحسنین ○ بدر منیر احرار

اس شمارے میں

★

دل کی بات ۲

الیکشن کے نتائج (تجزیہ) قمر الحسنین قمر ۵

سیدنا معاویہ اور ان کے ناقدین

از سید عطاء المحسن بخاری ۱۲

قلمی بے راہ روی کا ایک نیا نمونہ

از مولانا محمد عبداللہ ۲۰

حضرت مسیح علیہ السلام کا یوم ولادت

از مولانا محمد عبدالحق ۳۴

ضرورتِ نبوت ۔ حکیم محمود احمد ظفر ۳۸

تلخ و شیریں ۔ مولانا محمد عبدالحق ۴۲

ملک عبدالغفور انوری رحمۃ اللہ علیہ

محمد حسن چغتائی ۴۷

آئندہ شمارہ سے

زرِ سالانہ : -/۴۵ روپے

فی پرچہ : -/۴ "

★

رابطہ : مدرسہ معمورہ

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان

○ فون ۷۲۸۱۳

قیمت : -/۳ روپے ○ سالانہ -/۳۵ روپے

(آئندہ شمارہ سے)

دل کی بات

"سُلطانیٔ جمہور کا آیا ہے زمانہ"

پاکستان پیپلز پارٹی نے انتخابی معرکہ سَر کر کے عنانِ اقتدار سنبھال لی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساکنانِ پاک سرزمین کو ایک "آئینی و جمہوری" اور "فلاحی و اسلامی" رنگ میں رنگی ہوئی اور "آزادانہ" "منصفانہ" "غیر جانبدارانہ" انتخابات کی چھلنی سے چھنی ہوئی ایک عدد نیک، صالح اور خیرخواہانہ، برخوردارانہ اور خدمتگارانہ — تاثر کی "عوامی امنگوں کی ترجمان" حکومت نصیب ہو گئی۔

حزبِ اقتدار اپنے "بانگ بانگ" دعوؤں کی ضرب کاری سے بُتانِ حزبِ اختلاف کو "پاش پاش" کرنا چاہتی ہے لیکن بظاہر اس قسم کی کوششیں رائیگاں اور کاوشیں اکارت ہوتی جاتی ہیں کہ بہت سے لوگوں کے نزدیک پی۔ پی کے بہت سے دعوے محلِ نظر ہیں مثلاً

ا۔ کُل رجسٹرڈ ووٹوں کا صرف سولہ فی صد (۱۶٪) حاصل کرنیوالی پارٹی آخر "چاروں صوبوں کی زنجیر" کیسے مان لی جائے؟ اور کیوں؟

ب۔ ڈالے گئے ووٹوں کا صرف انتالیس فی صد (۳۹٪) حاصل کرنے والی پارٹی، بھلا کیونکر "پاکستان کی تقدیر" بن جائے؟

لیکن — پی پی کے پاس اس کا جواب باصواب بلکہ جواب لاجواب بھی کچھ کم تر نہیں اور اس نے اپنے سارے "کیسے" اور "کیوں" کا سامنا کیا اور

؎ زلفوں کو رُخ پہ ڈال کے جھٹکا دیا کہ "یوں"!

ہمیں بھلا اس جمہوری تماشا میں "دخل در معقولات" کا شوق کیوں چرانے لگا کہ ہم نہ تو حزبِ اقتدار کیلئے بُغض و عناد کی آگ سے جھلسے جاتے ہیں اور نہ حزبِ اختلاف کے لئے پیار و ہمدردی کی پھواروں میں بھیگے جاتے ہیں۔

ہم کیا ہیں؟ کیا کیا چاہتے ہیں؟ کیا کیا جانتے ہیں؟ اور کیا کر گزرنا جانتے ہیں؟ — یقیناً اس سے "تازہ واردانِ بساطِ نو" بھی بخوبی واقف ہیں۔ اسلئے اِن صفحات کے ذریعے حکومتِ وقت سے اوّلین رابطہ حتی المقدور مثبت انداز میں کر رہے ہیں۔ اور اربابِ حکومت کی توجہ۔ اُن کے حالیہ اقدامات کے گھمبیر عواقب و نتائج کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں۔ پہلے توجہ طلب امور کے کچھ جلی عنوانات — کہ جن کے مطابق :

- چار برس کی قانونی بندش کے بعد، خوگرِ دشنام و الزام، قادیانی روزنامہ "الفضل" کی دوبارہ اشاعت
- چار برس کی بندش کے بعد قادیانیوں کے "سالانہ تبلیغی جلسہ" کے ماہ دسمبر میں انعقاد کی تیاریاں

و مرزا طاہر کی پاکستان واپسی کیلئے مرزائیوں کی بڑھتی ہوئی پُراسرار سرگرمیاں

و مارچ ۱۹۸۹ء میں قادیانیوں کی طرف سے ربوہ میں "صد سالہ جشنِ احمدیت" منانے کا اعلان

و چھ قاتل مرزائیوں کی سزائے موت کی منسوخی

یہ وہ "ھدایا و تحائف" ہیں جو "نمائندہ عوامی وجمہوری حکومت" کے مبارک ہاتھوں مرزائیوں کو مرحمت ہوئے ہیں۔ کیا ہمیں پیپلز پارٹی کے بزرجمہروں کو اب بتلانا ہوگا کہ قادیانی اُمّتِ مرتدہ کے عزائم کیا ہیں؟ اور ان کے حالیہ اقدامات سے اِن سامراجی ایجنٹوں، فرنگی کاسہ لیسوں، یہودی ٹاؤٹوں اور بین الاقوامی سازشیوں کو کیا کیا مفادات اور سہولیات حاصل ہوں گی؟

آئین اور اصول وروایات کی پابندی وسربلندی اور پاسداری وعمل داری کے دعوے اگر صرف نعرے نہیں تو پھر پی پی حکومت کے لئے سیدھا سادا راستہ یہی ہے کہ وہ اِن اُمور کی طرف توجّہ دے۔ مرزائیوں کی جملہ اشاعتی، دعوتی، تبلیغی کارروائیوں میں دین دشمنی اور وطن دشمنی اور مسلمانوں کی دل آزاری کے ہزار سامان موجود ہیں اِس لئے اُن پر عائد پابندیاں مزید مؤثر بنائی جائیں اور چھ مرزائی قاتلوں کی سزائے موت پر جلد از جلد عمل درآمد کیا جائے۔ اِن میں سے دو مرزائیوں نے ساہیوال میں دو مسلمانوں کو شہید کیا تھا جب کہ چار مرزائیوں نے سکھر میں، ایک مسجد میں بم مار کر غازی شہید کر دیے تھے۔ روزنامہ جنگ لاہور (۱۴ دسمبر ۱۹۸۸ء) کی ایک خبر کے مطابق اِس وقت پاکستان بھر میں صرف یہی چھ قیدی، سزائے موت کے منتظر ہیں اور ان کی اپیلیں وغیرہ بہت پہلے نمٹائی جاچکی ہیں۔ ایسے میں، سیاسی واخلاقی قیدیوں کیلئے عمومی رعایت کی آڑ میں، اِن چھ بدبخت قاتلوں کا بچا دُمرے مرزائی افراد کے زُمرے میں آتا ہے اور اپنی ذمہ داریوں سے پی پی کی "مُجرمانہ غفلت" کا کھُلا اظہار!

کیا پیپلز پارٹی ـــ اِن ابتدائی ایام میں ہی اپنی حکومت کو ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت، ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت اور ۱۹۷۷ء کی تحریکِ نظامِ مصطفےٰ جیسی ایک اور تحریک کی نذر کرنا پسند کرے گی؟ ہمارے نزدیک پی پی کی اعلیٰ قیادت یقیناً یہ شعور رکھتی ہے کہ اُن کی حکومت کے یہ دن ابھی پھلنے پھولنے کے ہیں نہ کہ کُھل کھیلنے کے! اِس لئے ۱۹۸۸ء کو ۱۹۷۷ء مت بنائیے۔ پاکستان کے باسیوں کی عظیم اکثریت، ناموسِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف میلی نگاہ سے دیکھنے والوں کیلئے اپنے دل میں کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتی اور ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ عالمی مجلسِ احرارِ اسلام اور تحریکِ تحفّظِ ختمِ نبوّت کے پلیٹ فارم سے صورت حال کا حقیقی رُخ دکھاتے ہوئے پی پی کو عاقبت اندیشی سے کام لینے کی تنبیہ کریں۔ ہمارا "حکومتِ وقت" سے صرف اسی قدر

مطالبہ ہے کہ اگر اُسے موجودہ جمہوری عمل کی زندگی عزیز ہے تو فی الفور

۱۔ چھٹے، مرزائی قاتلوں کو ایک ہفتے کے اندر اندر پھانسی دی جائے ۔

۲۔ روزنامہ "الفضل" سمیت مرزائیوں کے تمام شرانگیز جرائد ورسائل ضبط کئے جائیں۔

۳۔ ربوہ میں مرزائیوں کے سالانہ تبلیغی جلسہ پر پابندی بحال رکھی جائے ۔

۴۔ مارچ ۱۹۸۹ء میں "صد سالہ جشنِ احمدیت" کے مرزائی منصوبہ کو ناکام کیا جائے ۔

۵۔ مرزا طاہر کو وسیع ملک دشمن اور اسلام دشمن سرگرمیوں کی پاداش میں وطن واپسی پر گرفتار کرکے مقدمہ چلایا جائے ۔

ہم توقع رکھتے ہیں کہ پی پی کی ہائی کمان، مسٹر نسیم احمد (قادیانی) سمیت اپنے دوسرے قادیانی مشیروں کی چاپلوسی میں آکر کسی سازش کا شکار نہ ہوگی بصورتِ دیگر ع

تلخیٔ ایام ابھی اور بڑھے گی

عُلماء کرام نوشتۂ دیوار پڑھیئے

جمہوری سیاست کی کرشمہ سازی انتخابی نتائج کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔ عوام نے تو پھر دینی جماعتوں کو مسترد کردیا ہے اور جو لوگ برسرِاقتدار آئے ہیں وہ اب اسلام کو مُلّا ازم کا نام دے رہے ہیں۔ اور عورت کی فتح کو مُلّا ازم کی شکست، ہمارا موقف شروع دن سے یہی ہے کہ اسلام کا نفاذ الیکشن کے ذریعہ ناممکن اور غیر فطری ہے اور تاریخ اسلام میں الیکشن کے ذریعہ اسلامی حکومت کے قیام کی کوئی مثال موجود نہیں۔ اگر پاکستان کے تمام مسالک کے علماء اور دینی جماعتیں مغربی نظامِ ریاست "جمہوریت" پر یقین رکھتے ہیں تو پھر انہیں عوام کا فیصلہ تسلیم کرتے ہوئے اپنی جماعتوں کے ناموں سے اسلام کا نام ختم کرکے "جمہوری پارٹی" کا نام اختیار کرنا چاہیے اور اگر وہ خلوصِ دل سے اس ملک میں دینی انقلاب برپا کرنا چاہتے ہیں تو پھر نوشتۂ دیوار پڑھیں اور مذہبی طبقاتی اختلافات کو ختم کرکے ایک ہو جائیں پاکستان کے کروڑوں دردمند مسلمان اور لاکھوں مظلوم دینی کارکن آپ سے سوال کرتے ہیں کہ کیا ہم نفاذِ اسلام کے لئے "ظہورِ مہدی" کے انتظار میں بیٹھ جائیں اور اس وقت تک دینی انقلاب کو مؤخر کرکے فواحشات ومنکرات جمہوری آزادی اور بے غیرتی کے دوسرے نام "رواداری" کی بھینٹ چڑھا دیں؟ یا متحد ہو کر پاک سرزمین سے اس مشرکانہ نظامِ ریاست کا ٹاٹ ہمیشہ کیلئے لپیٹ دیں؟

ع۔ فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

تجزیہ

قمرالحسنین

الیکشن کے نتائج —— اسباب و عوامل
اِنتقالِ اقتدار —— غلام اسحٰق خاں

صدر ضیاء الحق کی المناک شہادت کے بعد "طربیہ گانے والے گویّے" آخر الیکشن کا جشن منانے میں کامیاب ہو گئے۔ الیکشن کے طوفانِ بدتمیزی کی وحشت و دہشت نے وُہ بادِ سموم و صرصر چلائی کہ شرافت و نجابت کی ہر بالی جھلس کے رہ گئی۔ حیا و شرم کی بہار خزاں کے ظلم کیش ہاتھوں فنا کے گھاٹ اُتر گئی —— الیکشنی کرائے کے کارکنوں نے وُہ زبان استعمال کی کہ کوچوانوں نے بھی کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیں —— حتیٰ کہ قومی و صُوبائی اسمبلی کے اُمیدواروں نے بھی اس لب ولہجہ میں گفتگو کی کہ اَللہ کی پناہ —— اور یُوں انہوں نے اپنے نااہل ہونے پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی۔ بہر حال الیکشن ہوئے 'آئی جے آئی اور پی پی پی میں غیر شریفانہ "یُدھ" ہُوا اور آئی جے آئی، پی پی پی کو اپنی تمام تر طاقتوں کے باوصف چت نہ کر سکی اور پی پی پی نے ایک مرتبہ پھر اپنے حریف سیاستدانوں کو اپنی برتری کا سکہ ماننے پر مجبور کر دیا لیکن جلد ہی پی پی پی کی غلط فہمی بھی دُور ہو گئی اور آئی جے آئی نے پنجاب، سرحد اور بلوچستان میں معرکہ مارا اور ایک خوبصورت اکثریت حاصل کر لی اور یُوں پی پی پی اقتدار کی دیوی کے "تنہا درشن کرنے والوں میں پھر اشتراک کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کے لئے جھک گئی۔ ایم کیو ایم اور جے یو آئی کے کامیاب امیدوار پی پی پی کی آس و اُمید کا ھدف بنے مگر

صُوبائی حکومتوں کی تشکیل کے مَوقع پر سامنے آنے والے نتائج حیران کُن تھے۔ یعنی سرحد اور بلوچستان میں آئی جے آئی اپنی اکثریت کے دعووں کے باوجود حکومت نہ بنا سکا۔ سرحد میں آفتاب شیرپاؤ نے جوڑ توڑ کر کے پی پی پی کی حکومت بنالی اور بلوچستان میں آئی جے آئی کے ظفر اللہ جمالی، جو مولانا فضل الرحمٰن سے آنکھ مچولی کھیلتے کھیلتے پی پی پی کے تعاون سے وزیرِ اعلیٰ بن گئے۔ جے یو آئی کو بلوچستان میں اکثریت حاصل تھی اور اس کا دعویٰ تھا کہ ہمارے بغیر وہاں حکومت نہیں بن سکتی مگر

ع : اے بسا آرزو کہ خاک شُدہ !

اس وقت مرکز کے علاوہ سندھ، سرحد اور کسی حد تک بلوچستان میں پی پی پی کی حکومت بن چکی ہے۔ ایک پنجاب ہے جہاں آئی جے آئی کے نواز شریف نے واضح اکثریت کے ساتھ حکومت بنائی ہے۔ پی پی پی کو پنجاب کے فیصلہ سے بہرحال ایک دھچکا لگا ہے۔ اب :

ع : دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گُہر ہونے تک !

جے یو آئی نے اپوزیشن میں بیٹھ کر برسرِ بام آنے کا فیصلہ کیا کہ خوش تماشا ہے۔ ہمارے نزدیک پی پی پی کی کامیابی اور آئی جے آئی کی ثانوی پوزیشن کی کچھ وجوہات ہیں۔

آئی جے آئی کی ثانوی حیثیت کی وجوہات :

۱ : جونیجو، پگارا تزویری سیاسی گروپنگ نے آخر لمحات تک سیاسی بیلنس کو واضح نہ ہونے دیا اور مسلم لیگ ایک اکائی کی صورت اختیار نہ کر سکی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ :

۲ : مناسب اور موزوں افراد لیگ کی ٹکٹیں حاصل نہ کر سکے۔

۳ : اور انہوں نے تیسرا آزاد سیاسی فرقہ بنا لیا، جو دونوں متحارب گروپوں کے لئے "ووٹ آف پاور" کی پوزیشن حاصل کرنا چاہتا تھا ــــــ اور یہ اُن لوگوں کے سیاسی گرگوں کا گروہِ لَا تَقْنَطُوْا تھا جو ہمیشہ بارگیننگ کرتا ہے اور ہر اقتدار کی چوکھٹ پر ایستادہ نظر آتا ہے جس کی رضا اور ناراضگی کا معیار صرف اقتدار سے علیحدگی یا شرکت ہوتا ہے۔

۴ : تشکیلِ اتحاد نزع کے عالم میں ہوئی اور بہت ہی مفاد پرستی کے منفی تقاضوں کی تکمیل کے لئے اور وہ تھا الیکشن میں پی پی پی کی یلغار کا الگ مقابلہ نہ کر سکنے کا حوصلہ۔ ان میں سے کوئی سا سیاسی فرقہ الگ الگ آپس میں بھی مقابلہ کی ہمت نہ رکھتا تھا، اس لئے ذہنی طور پر شکست قبول کرنے والے عملی شکست سے بچنے کے لئے نواز شریف کے طاقتور گروپ کی چھاؤں میں آ بیٹھے۔

۵ : دینی جماعتوں کے خالص اعتقادی و فکری کارکنوں نے اس منفی اتحاد کے لئے کام کرنے سے انکار کر دیا اور دل برداشتہ ہو کر گھروں میں بیٹھ رہے اور انہوں نے اپنے بزرگ رہنماؤں کو دوٹوک جواب دیا کہ ہم نے چالیس برس جس قدر قربانیاں دیں وہ صرف حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے تھیں، ان سیکولر مُراد آبادی مُردوں کی حیاتِ نَو کے لئے نہیں۔

۶ : سب سے زیادہ حیران کُن بات یہ ہے کہ آئی جے آئی کے کارکن تھکے ہوئے سیاسی کارکنوں کی طرح کام کرتے رہے جیسے انہوں نے مجبوراً یہ فیصلہ قبول کیا ہو ــــ پھر قومی اسمبلی کی نشستوں پر کامیابی کے بعد ہی تھکے ہارے کارکن چین کی بانسری بجاتے رہے اور بہت سی جگہوں پر صوبائی اسمبلی کی نشستوں کو ضائع کر بیٹھے۔

۷ : اسلامی اتحاد نے اسلام کا نام لینے کے باوجود الیکشن کمپین میں کوئی اسلامی منشور پیش نہ کیا بلکہ اسلام کو "سابقہ تجربہ کی روشنی میں" ۷۷ء، ۵۶ء اور ۷۷ء کی طرح جی بھر کے ایکسپلائٹ کیا ــــ لوگ ذکرِ اسلام کو گیارہ برس سُن سُن کے بھی پریشان ہو چکے تھے اور وہ کسی صحیح سمت کا فیصلہ کر سکنے کی ہمت ہی نہ رکھتے تھے ــــ لوگوں نے ماضی کی پریشانیوں اور مستقبل کے خوف اور تاریکیوں کے ہجوم میں گھر کر ان "ذاکرینِ اسلام" کے خلاف فیصلے صادر کئے۔

پی پی پی کے کامیاب ہونے کے اسباب و عوامل میں سب سے بڑا عامل ہمارے نزدیک :

۱ : ملک میں پیدا ہونے والی بے عملی و بدعملی کی وہ لہر ہے جو اخبارات، جرائد، رسائل، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کی سیکولر خبیث لابیوں نے پیدا کر رکھی ہے۔

۲ : پی پی پی کی قیادت میں نسوانی وجود کی ڈرامائی ایکٹنگ جو ان سیکولر لابیوں کی آرزوؤں کی شاہکار ہے۔

۳ : ان مذکورہ منافق طبقات کی اپنی زبان میں، انہیں ایک طاقتور زبان مل گئی اور یہ سب تلبیس ابلیس بجالاتے ہوئے اس "چیئر پرسن" کے گرد جمع ہوگئے۔

۴ : مرزائی، کمیونسٹ، رافضی، آغاخانی بھی اپنی مذموم اور ابلیسی خواہشات کی تکمیل چونکہ سیکولر سٹیٹ کے قیام ہی میں مضمر خیال کرتے ہیں اس لئے انہوں نے اپنی توانائیاں پی پی پی کی کامیابی کے لئے صرف کیں۔

۵ : پی پی پی کے سکّہ بند ورکرز جوشیلے اور منفی قوتوں پر یقین رکھنے والے ہیں۔ ان کا عقیدہ کی حد تک پختہ فکر یہ ہے کہ پی پی پی کی قیادت مظلوم ہے اور اس کی مظلومیت کی ذمہ دار نام نہاد اسلام کا نام لینے والی پارٹیاں ہیں لہٰذا ان کو شکست دینا ان کا اوّلین فرض ہے جس کے لئے انہوں نے بھرپور کردار ادا کیا۔

۶ : بھٹو فیملی نے سابقہ سیاسی اور مقتدر زندگی کا تجزیہ کیا اور وہ اس نتیجہ پر پہنچی کہ پاکستان میں اقتدار پر متمکن ہونے کے لئے نظریہ نہیں بلکہ علاقائی مؤثر افراد قریب ترین ذریعہ ہوسکتے ہیں۔ چنانچہ پی پی پی نے اپنی سابقہ مقبولیت اور موجودہ مظلومیت سے جی بھر کے فائدہ اٹھایا اور پارٹی ٹکٹ کروڑوں روپے کے عوض فروخت کئے اور مؤثر سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کو الیکشن کے میدان میں آئی جی آئی کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا جنہوں نے اپنی دولت و صولت سے الیکشن جیتا۔

۷ : پی پی پی نے فضا کو اپنے حق میں ہموار کرکے بھٹو کے سوشلزم سے منافقانہ انحراف کیا —— اور ظلم و جبر، آوارگی و سرکشی اور فحاشی جیسی قدرِ مشترک پر جمع ہونے والے جاگیرداروں، سرمایہ داروں کو "ضیاء ازم" کی مخالفت کا زبردست نعرہ دیا جسے 'ماٹو' بناکر ان کو چہ گردوں نے تمام فساق و فجار کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔

۸ : تمام مغربی، سامراجی و سیاسی ماہرین جنوبی ایشیا میں اپنی بالا دستی قائم رکھنے کے لئے پاکستان کے منافق سیاسی مہروں کو اپنے مضبوط سیاسی تجزیوں سے آگاہ کرتے رہتے ہیں اور یہ فکری یتیم و بھکاری بھی بھو کی کوڑی کی طرح ہمیشہ مغرب کی طرف ہی آنکھیں جمائے دیکھتے رہتے ہیں —— کبھی تو یہ مغربی ماہرین پاکستانی سیاستدانوں کو سوشلزم کے نام پر مضبوط تحریکیں چلانے کے لئے گائیڈ لائن اور وسائل مہیا کرتے ہیں اور کبھی "احیاءِ اسلام"

کی یلغار کو مفید سمجھتے ہوئے "اسلامائز" پالیسیاں ایکسپورٹ کرتے ہیں اور پاکستانی اکھاڑے کے یہ گونگے پہلوان اسی "راہِ راست" اور "جادۂ حق" کے راہی کہلانے لگتے ہیں اور جب یہ اسلامائزیشن کا عمل ان کے مطلوبہ پروگرام کی حدیں پھلانگنے لگتا ہے تو پھر اسے سبوتاژ کرنے کے لئے سابقہ پولیٹیکل بلیک ہارس کو میدان میں لے آتے ہیں۔ پی پی پی کی موجودہ کامیابی بھی مغربی سامراجی سیاسی پالیسیوں کا ایک کامیاب دار ہے۔

ضیاء الحق کی موت ——— اور ——— پی پی پی کی موجودہ کامیابی ایک ہی حکمتِ عملی کا نتیجہ ہے۔

۹ : اس پالیسی کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے والے وہ تمام افراد اور پارٹیاں ہیں جو ایم آر ڈی اور کل جماعتی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے پی پی پی کے مُردہ سانپ کو دودھ پلاتے رہے اور جب یہ "کوبرا" حیاتِ تازہ سے نشأۃِ ثانیہ حاصل کر چکا تو اس نے سب سے پہلے جے یو آئی اور پی ڈی پی کے متحرک جسدِ خاکی کو بے رُوح کرنے کی بھرپور کوشش کی اور جماعتِ اسلامی کے پروفیسر غفور صاحب، نوابزادہ نصر اللہ خاں صاحب اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب مل کے گاتے رہے ؎

وہی میری کم نصیبی وہی تیری بے نیازی
مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نے نوازی

یادش بخیر! جے یو آئی فضل الرحمٰن گروپ بلوچستان اور سرحد سے سات قومی نشستیں حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی اور آخر میں جے یو آئی درخواستی گروپ کی چار سیٹیں ہائی جیک کرنے میں مزید کامیاب ہوئی، مبارک ہو ——— لیکن جے یو آئی کو نصیحت حاصل کرنی چاہیئے کہ ان کی یہ کامیابی جمہوریت کا راگ الاپنے کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف اور صرف اِسلام کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ جمعیتؒ جس حلقے سے کامیاب ہوئی ہے یہ سارا علاقہ سیّد احمد شہیدؒ، اور شاہ اسمٰعیلؒ سے لے کر عُبید اللہ سندھیؒ کی تحریکِ اسلامی کی گزرگاہ یا رزمگاہ رہا ہے جس کے اثرات وہاں ابھی تک صرف اس لئے باقی ہیں کہ وہاں ——— یہ ملعون جمہوریت اور ناپاک سیکولرازم اپنے پنجے نہیں گاڑ سکا اور جہاں جہاں ان دونوں ابلیسی و مغربی کلچر کے شعبوں کا اثر ہو چکا ہے وہاں جے یو آئی کے دونوں گروپ بُری طرح پِٹ گئے! جس کی مزید مثال دین پور کے عظیم الشان دینی انقلاب کے نااہل وارث کی ناکامی ہے۔ بیگم بھٹوؒ کی ذاتی کنویسنگ اور آمد کے باوجود وہاں کے دینی حلقوں نے انہیں رد کر دیا۔ جے یو آئی کو اپنے دائرے میں واپس آجانا چاہیئے اور تمام دینی قوتوں کو اکائی میں ڈھال کر حکومتِ الٰہیہ قائم کرنے کی زوردار جدوجہد کرنی چاہیئے ——— جو ان کی شرعی ذمہ داری ہے۔ جس کے لئے وہ بارگاہِ ایزدی میں بہر نوع اور بہر حال مسئول ہیں۔

اقتدار کی دیوی پی پی پی کے حجلۂ عروسی کی زینت بنی ہے۔ آئی جے آئی کے نواز شریف اپنی تمام قوتیں صرف کرکے اور آزاد اراکینِ اسمبلی کو ساتھ ملانے کے باوجود بھی تکمیلِ آرزو سے محروم ہی رہے اور اگر وہ سینٹ کے تعاون سے برسرِ اقتدار آ بھی جاتے تو اُن کے اقتدار کی عمر بہت تھوڑی ہوتی ــــ کیونکہ پی پی پی اگر اپوزیشن میں بیٹھنا قبول کرتی تو انتہائی سٹرانگ اپوزیشن ہوتی اور آئی جے آئی کو بے بس کرکے بھی میدان مار لیتی ــــ آزاد اُمیدوار جن کی پہچان ہی ــ آزاد ــ ہے، وہ بھلا ایک کے ہو کر کیوں رہیں گے۔ وہ تو آشیانے کے لئے شاخیں بدل بدل کر ــ مفادات ــ کے حصول میں مصروف و کوشاں رہیں گے اور ہمیشہ بیلنس آف ووٹ خراب کرکے عدمِ استحکام کا مضبوط سبب بنیں گے ــــ اَب جبکہ پی پی پی تنہا حکومت بنا چکی ہے اور یہ تلخ حقیقت بھی سامنے آیا چاہتی ہے کہ دوسرا گروپ اپوزیشن میں بیٹھ کر مصائب برداشت کرنے کی ہمت ہی نہیں رکھتا ــــــــ خصوصاً مسلم لیگ جو اپنی تاریخ ۱۹۰۶ء سے لے کر آج تک اپوزیشن کا رول اَدا کرنے کی نعمت سے سرے سے ہی محروم ہے، یہ کسی بھی نرم گوشے سے مفاہمت کا راستہ نکال لیں گے جیسے سندھ میں جونیجو اور پگارا نے "سندھی منفی جذبہ" کے خفیہ پالیسی میٹر کی بنیاد پر پی پی پی کو کامیاب کرایا ــــ پنجاب میں جونیجو، پگارو ــــ اور نواز شریف کے تصادم میں شکست کے بعد سندھ میں آئی جے آئی کو مزہ چکھایا ــــ وڈیرہ پی پی پی کا ہو یا مسلم لیگ کا، دونوں اپنی تخلیق سے لے کر آج تک اسی مکروہ دھندے کو سیاست سمجھتا ہے جس کی زندہ گواہی پنجاب میں آئی جے آئی کے وڈیرے امیدواروں کی پی پی پی کے رشتہ دار وڈیروں کے حق میں کنویسنگ ہے۔ ملتان کے قریشی، گیلانی۔ جھنگ کے سادات، سیال، ترگڑ۔ امیر پنجاب کے گوجر، جاٹ اور کشمیری ــــ (گوجرانوالہ گجرات)۔

"وڈا صاحب" ــــ یعنی سات سمندر پار سے پاکستان کا اصلی پالیسی میکر چاہتا ہے کہ پاکستان میں اسرائیل کے طرز کی بھی حکومت بن جائے تاکہ دونوں ــ امریکی دھڑے ــ ذاتی و امریکی مفادات کا ٹھیک ٹھیک تحفظ کرسکیں اور یوں پاکستان میں کارٹر کے دَور کی احیاءِ اسلام کی تحریک جس کا "محور" صرف کمیونزم کی فکری تبلیغ کو رد کرنا تھا، اَب بند کردی جائے۔ کیونکہ پاکستان میں اَب اسکی ضرورت نہیں رہی ــــ اور اگر پاکستان میں یہ تحریک اَب جاری رہی تو مغربی سیاسی ماہرین کو نوشتۂ دیوار نظر آرہا ہے کہ اس تحریک کا رشتہ افغانستان میں جہادِ اسلامی کے مرکز سے قائم ہو جائیگا جو ان سامراجیوں کو ہرگز قبول نہیں ــــ پاکستان اسلامی ریاست بن جائے یا خدانخواستہ پاکستان کیمونزم کی لپیٹ میں آجائے، یہ دونوں صورتیں ان کے لئے ناقابلِ قبول

ہیں۔ ان کے لئے پاکستان میں صرف سیکولرزم کا راج پاٹ شوٹ ایبل ہے ــــــ اور ہماری بدنصیبی ہے کہ پاکستان میں دینی انقلاب کی داعی پارٹیاں اس صورتِ حال سے یا تو بے خبر ہیں یا اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں وہ اپنے اسلاف کی روایات اور دین کے تقاضوں سے یکسر منحرف ہوکر ــ کفر ــ اور اقسامِ کفر سے مزاحمت کی بجائے ــ بڑے دھڑلے سے ــــ مفاہمت کئے ہوئے ہیں اور اپنے اس عملِ بد کو دین کہہ رہے ہیں اور ستم بالائے ستم یہ کہ انہیں اپنی اس مفاہمانہ کردہ پالیسی کے "حق" بلکہ "مبنی بر سنت" ہونے پر اصرار ہے :

ع چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی !

ہماری رائے میں پاکستان کی موجودہ سیاسی صورتحال کا تقاضا بھی یہ تھا کہ یہاں صرف ایک ہی گروپ کی حکومت بن جائے تاکہ اُسے اپنی داخلی پالیسیوں، ترقیاتی منصوبوں، خارجہ پالیسیوں، بین الاقوامی مسائل میں اپنا رول ادا کرنے اور پاکستان کی دفاعی و فوجی قوتوں، ٹیکنالوجی اور ایٹمی ٹیکنالوجی میں خاطر خواہ ترقی کے مواقع مل سکیں اور اپنی طاقت آزمانے کا "کھلم کھلا" موقع مل جائے ــــ ظاہر ہے کہ ملکی استحکام، معاشی مسائل کا حل، سیاسی ترقی، اسلام یا سیکولرزم اور دیگر داخلی مسائل، ان کا حل صرف اسی صورت میں ممکن تھا کہ آئی جے آئی ــــ یا پی پی پی ــــ کی حکومت تشکیل پائے ورنہ پاکستان "سیاسی نٹ کھٹوں کی مفاداتی جنگ" کا ابلیسی اکھاڑا بنا رہتا، جس کا لازمی و منطقی نتیجہ "ایسٹ پاکستان کی . . . . ہے"۔ اب اس سلسلہ میں تمام تر ذمہ داری بیگم زرداری کے جیالوں کی ہے جن کا کوئی مستقل نظریاتی پروگرام نہیں ہے۔ انہیں چاہئے کہ اس مملکت کے قیام کے تقاضوں سے انصاف کریں۔ ورنہ اپنے پیش روؤں کا حشر پڑھ لیں اور تاریخ سے عبرت حاصل نہ کرنے والوں کے انجام پر بھی خوب غور کریں۔

امریکہ اور روس اپنی فوجی و سیاسی بالادستی قائم رکھنے کے لئے اپنے حلیف ممالک کو ایٹمی ٹیکنالوجی بھی دیتے ہیں تاکہ عالمی سطح پر طاقت کا توازن ان کے حق میں رہے لیکن جونہی طاقت کا توازن ان کے حق میں نہ رہنے کا خطرہ ہو تو ایٹمی ری ایکٹر بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔"

جناب غلام اسحٰق خان اور جناب جنرل مرزا اسلم بیگ نے انتقالِ اقتدار کے سلسلے میں "وڈا صاحب" کی شرائط قبول کرنے والوں کو اقتدار ہینڈاوور کر دیا ہے۔ سابقہ افغان پالیسی کا تحفظ اور امورِ خارجہ کے لئے صاحبزادہ یعقوب خان ہی کا تقرر اس کا واضح ثبوت ہے۔ نئی حکومت طورخم سے کلفٹن تک پھیلے ہوئے غریب مسلمانوں کی حالتِ زار پر کیا توجہ دیتی ہے اور اس بستی کے باسیوں کے لئے اسلام پسند کرتی ہے یا سیکولرزم ؟ ۔ اگر ضیاء الحق مرحوم کو یہ حقیقت سمجھ

ز آئی یادہ مؤثر اقدامات نہ کر سکے تو نئی حکومت کو اِس معاملہ میں واضح فیصلہ کرنا ہوگا۔ تاکہ پاکستان کو جو بننا ہے، بن جائے اور یہ روز کی بک بک سے جان چھوٹے اور "اسلام" جو اِس ملک کے سیاستدانوں اور حکمرانوں کے ابلیسی رویہ کی زد میں ہے اُسے مشرکانہ نظامِ ریاست کے تحت ہونے والے انتخابات اور اسمبلیوں میں مزید رُسوا ہونے سے بچایا جا سکے۔

محدثِ کبیر، قائدِ تحریکِ نفاذِ شریعت حضرت مولانا

عبدالحق بانی مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ و سرپرستِ اعلیٰ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

کی یاد میں

ہفت روزہ ترجمانِ اسلام لاہور کی بے مثال اور یادگار پیشکش

شیخ الحدیثؒ نمبر

ضخامت ۲۰۰ صفحات   قیمت -/۲۰ روپے

۲۳ دسمبر ۸۸ء کو منصۂ شہود پر آرہا ہے

: چند لکھنے والے :

- حضرت مولانا **ابوالحسن علی ندوی** مدظلہ
- حضرت مولانا **مرغوب الرحمٰن** مدظلہ (دیوبند)
- حضرت مولانا **محمد سالم** مدظلہ (دیوبند)
- حضرت مولانا **سمیع الحق** مدظلہ
- حضرت مولانا **عتیق الرحمٰن سنبھلی** مدظلہ
- حضرت مولانا **سید انور حسین نفیس رقم** مدظلہ
- حضرت مولانا جسٹس **محمد تقی عثمانی**
- جناب پروفیسر **ساجد میر**
- جناب مولانا **کوثر نیازی**
- جناب مولانا **سعید الرحمٰن علوی**
- جناب مولانا **اشرف علی قریشی**
- حضرت مولانا **منظور احمد نعمانی** مدظلہ
- حضرت مولانا **انظر شاہ مسعودی** مدظلہ
- حضرت مولانا **محمد مکی حجازی** مدظلہ
- حضرت مولانا قاضی **مظہر حسین** مدظلہ
- حضرت مولانا علامہ شاہ **بلیغ الدین** مدظلہ
- حضرت مولانا جسٹس پیر **محمد کرم شاہ الازہری**
- حضرت مولانا خواجہ **حمید الدین سیالوی**
- جناب میاں **فضل حق**
- جناب مولانا **عبدالقیوم حقانی**
- جناب مولانا **عبدالرشید انصاری**
- جناب مولانا **زاہد الراشدی**

اور دیگر ممتاز اہلِ قلم کے رشحات ملاحظہ کیجیے

اشتہارات اور مضامین کے لیے فوری رابطہ کریں

سید احمد حسین زید مدیر ہفت روزہ ترجمانِ اسلام، چوک رنگ محل لاہور پوسٹ کوڈ ۵۴۰۰۰ فون ۵۳۵۸۱

سید عطاء المحسن بخاری

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

اور عہدِ حاضر میں ان کے ناقدین

محمد ابن قاسمؒ سے لے کر احمد شاہ ابدالی تک سرزمینِ ہندوستان میں فاتح آئے اور ہندو کی حکومت کو تہس نہس کرتے رہے کبھی ہندو مصالحت کر کے اپنے علاقوں کو بچا لیتے اور کبھی کسی ٹوڈرمل کے ہاں پناہ لیتے اور نئے سرے سے مقابلہ کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے کہیں کہیں ایسا بھی ہوا کہ وہ مسلمان ہو گئے ___ لیکن ان کا اسلام متخوف تھا ___ متعلم نہیں تھا ___ نتیجہ یہ ہوا کہ ایسے مسلمان نسلوں سے مسلمان رہنے کے باوجود ہندوازم کی برائیوں سے مکمل طور پر نجات نہ پا سکے انہیں میں سے کچھ لوگ ہیں جنہیں میں نے ناقدین کا نام دیا ہے۔ ان نومسلم نسلوں کے وارثوں میں بت پرستی، شاہ پرستی، جاہ پرستی اور شخص پرستی کے عوارض کسی نہ کسی شکل میں موجود ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی رائے کے خلاف دوسری رائے قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ پہلے یہ لوگ ایک شخص کو ___ "فخر الاماثل" ، ___ "اسوۃ الصلحاء" ___ "مخدوم العلماء" ___ "شیخ الاسلام" ___ "امام اہلِ سنت" ___ "زبدۃ الاسلاف" (پچھلوں کا مکھن) ___ جیسے القاب دے کر اس کی اڑان بلند کرتے ہیں پھر اس کی رائے کے خلاف کسی کی رائے قبول کرنا تو درکنار سننا بھی گوارا نہیں کرتے اور یہ حالت کم و بیش بریلویوں، دیوبندیوں اور غیر مقلدوں میں قدرِ مشترک ہے۔ بریلوی علماء کو علماء بریلی کی رائے سے اختلاف برداشت نہیں اور دیوبندی علماء کو علماء دیوبند سے اختلاف ناقابلِ قبول ہے۔ اس کی وجہ وہی اول الذکر تاریخی تجزیہ ہے۔ اہلِ حدیث حضرات کو عدمِ تقلید کے باوصف اپنے اکابر پر تنقید اور ان سے اختلاف برداشت نہیں حالانکہ حقیقتِ حال یہ ہے کہ بریلی و دیوبند کے علماء سے پہلے بھی علماء گزرے ہیں جو اسی ہندوستان میں تھے مثلاً شاہ ولی اللہ اور ان کا پورا خاندان اور ہندوستان سے باہر بھی ان کے ہم عصر یا ان کے بھی اسلاف گزرے ہیں جو بریلی، بھوپال، رام پور، دہلی، سہارن پور، لدھیانہ، امرتسر، بدایوں، مراد آباد اور دیوبند کے علماء مرحومین کے بھی اسلاف ہیں جن کا ان بزرگوں نے احترام بھی دل و جان سے کیا اور اختلاف بھی ڈٹ کے کیا جس کی سب سے بڑی مثال فقہائے اربعہ کی فقہ اور اس کے مندرجات سے واضح ہے کہ ایک ہی چیز احناف کے ہاں حرام ہے مگر وہی چیز شوافع کے ہاں حلال ہے لیکن کبھی

اس اختلاف کو گردن زدنی یا جہالت، جرأت، بے باکی، جسارت، گستاخی قرار نہیں دیا گیا بلکہ بعض اکابر نے تو اختلافِ رائے پر اپنی رائے واپس لی اور فریقِ ثانی کو دعائیں دیں۔ مگر عہدِ حاضر کے بے رحم ناقدین نے تو حد کر دی ہے کہ جب اللہ کے بندے نے بھی نہایت اخلاص اور محبت کے ساتھ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت و موقف کے بارے میں ناقدین کی رائے کے خلاف رائے زنی کی یہ بندگانِ خدا اندھے کی لٹھ لے کر اس کے پیچھے پڑ گئے اور اس بے چارے کو خارجی، علی کا دشمن، حسینیت کا باغی، اہلِ سنت سے خارج وغیرہ کے مذموم الفاظ سے یاد کرنا شروع کر دیا اور اپنے اپنے "سکہ بند" متوسلین غافلین کے دماغ و دل پر پہرے بٹھا دیئے اور انہیں منع کر دیا گیا کہ جو لوگ حضرت معاویہ اور ان کے موقف کے حامی ہیں نہ تو ان کی مجالس میں شریک ہوا جائے اور نہ ان کی کسی موقع پر موافقت کی جائے اور عدم تعاون کا ایک ایسا کافرانہ زہر گھولتے ہیں کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اور اپنے تئیں یہ سمجھتے سمجھاتے اور باور کراتے ہیں گویا یہ روایتی گدیوں کے مالک مامور من اللہ ہیں اور ان کی تقسیم کی ہوئی اسنادمیں ہی رفع درجات اور نجات کی حقیقت مخفی ہے اور اگر ان ناقدین ظالمین کی سند نہ ملی تو ساری نسبتیں اکارت گئیں نہ دنیا ملی نہ آخرت سدھری۔

یہ ہے ان لوگوں کا "طریقۂ واردات" اس عملِ بد کو بجز عصبیتِ جاہلیہ کے اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔ ان کے اس رویہ سے کئی لوگ دم بخود ہو جاتے ہیں کہ یہ ناقدین "زبدۃ الاسلاف" ہیں ایسا نہ ہو کہ اس زبدہ سے پاؤں پھسلے اور سیدھے جہنم کی اتھاہ گہرائیوں میں جا گرے۔

لیکن ان سے یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ تم جن اسلاف کا زبدہ ہو ان اسلاف کے بھی تو آخر کچھ اسلاف ہیں جب تمہارے قریبی اسلاف نے بعیدی اسلاف سے اختلافِ رائے کیا ہے وہ تو گناہ یا عیب نہیں تو تمہارے قریبی اسلاف کی عیب دار رائے سے اختلاف کیونکر عیب اور جرم ہے۔

یہی لیجئے کہ تمام علماء دیوبند نے اگر حضرت معاویہ کو صورتاً باغی کہا ہے تو کیا یہ حضرت معاویہ کی شخصیت کی توہین نہیں ہے؟ کیا ان کی مجتہدانہ رائے سے اختلاف غیر مجتہد اور عام درجہ کے آدمی کی ناقص و معیوب دار رائے نہیں؟ کیا یہ رائے و مسلکِ صحابہ پر تنقید نہیں؟ پھر کیا صحابہ پر تنقید کا حق دیوبند کے علماء کو ہے یا دوسروں کو بھی یہ حق ہے؟

کیا یہ تنقید معاویہ و شیعانِ معاویہ پر جائز ہے یا علی و شیعانِ علی پر بھی جائز ہے؟ کیا دیوبند کے اکابر کو مشاجراتِ صحابہ میں حَکَم مانا جا سکتا ہے؟ اور یہ حَکَم بننے کا شرعی جواز کیا ہے؟ اور ان بزرگوں کے

علاوہ کوئی اور شخص جو ان کے بھی اسلافِ معظم میں سے ہو اس کو حکم مانا جا سکتا ہے؟ یا ان بزرگوں کے بعد آنے والے کسی شخص کو حکم مانا جا سکتا ہے؟ یہ ناقد حضرات ان سوالات کا معقول جواب دینے کے بجائے اپنے اپنے دارالافتاء کے مُہیب جبڑے کھول لیتے اور سائلین کو عذاب و ثواب کے برہمنی پھندوں میں جکڑ لیتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ

اور اگر کوئی شخص ان کی فتویٰ بازی کے جواب میں خاموش ہو جاتا ہے تو گدیوں کے سوداگر اس سکوت و مصلحت کو اپنی حقانیت، کرامت اور باطنی فتوحات کا ایک عظیم حصہ سمجھتے ہیں پھر ان کے گماشہ مریدین کا طبقہ سفہاء اپنے شیخ کی باطنیت و تصرّف کا ڈھنڈورا پیٹنے میں لگ جاتا ہے:

ع ناطقہ سر بہ گریباں ہے اسے کیا کہیئے

ہمارا موقف یہ ہے کہ بلا استثناء تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ایمان و یقین میں ـــ فہمِ دین میں ـــ دین کی تعبیر میں ـــ محکمات کی تفسیر میں ـــ مشاجرات میں ـــ باہمی اختلافات میں ـــ اصلاحِ امور میں ـــ یا جنگ کے صدور میں ـــ اور اپنے مجتہدات و مختارات میں ـــ تبصرہ ـــ تنقید ـــ تحکیم ـــ اور ـــ اس کی تنفیذ و اشاعت سے بالا و ماوراء ہیں۔

صحابہؓ بعد میں آنے والے محدث، مفسر، متورّع، مصلح، مجدد وغیرہم سے نسبت، رتبہ و درجہ میں اس قدر بلند و بالا ہیں کہ بعد میں آنے والوں ـــ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں ذرہ و آفتاب کی نسبت بھی عبارت ہے ـــ اور ہمارا یہ موقف محض خوش عقیدگی کی اساس پر نہیں بلکہ قرآنِ حکیم کی سیکڑوں آیات کی ابدی شہادت کی بنیاد پر ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔ [۱]

اسی شرعی موقف کے ماتحت ہم یہ سمجھتے ہیں کہ صحابہ کی غلطیوں پر گرفت، صحابہ کی خطا شماری، ان کے دل کی حالت کی نشان دہی اور ان کے باہمی اختلافات و نزاعات میں حکم بننے کا کسی کو بھی حق نہیں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے لے کر دیوبند یا بریلی کے مدرسہ کے ادنیٰ فرد تک کوئی بھی اس

۱؎ جس نے یہ تفصیل دیکھنی ہو وہ براہِ راست قرآنِ حکیم دیکھے یا مولانا محمد یوسف کاندھلوی شیخ التبلیغ رحمہ اللہ کی کتاب "حیات الصحابہؓ" ملاحظہ کرے۔

امر کا اہل نہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی انفرادی یا اجتماعی زندگی میں مین میخ نکالے اور کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا شخص کیوں نہ ہو اس کا مذہبی مقام کیسا ہی بلند و بالا کیوں نہ ہو اس کو اس بات کا ہرگز ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی قسم کے ثقیل لفظ سے ان کو یاد کرے۔

اب مختلف ادوار پر نظر ڈالنے سے مختلف افراد ایسے نظر آتے ہیں جو اس گناہ کے مرتکب ہوئے سب سے پہلے تو سیدنا علی کی فوج دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ایک حصّہ تو حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں پر طعن توڑتا رہا اور ایک حصہ نے حضرت علی پر دشنام والزام کو وظیفۂ حیات بنا لیا اور سیدہ عائشہ کو دینی ماں ماننے سے انکار کر دیا۔

ان دونوں طبقوں کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مردود قرار دیا بلکہ مؤخرالذکر خبیث طبقہ کو سیدنا علی، سیدنا عبداللہ بن عباس اور مجلس شوریٰ کے متفقہ فیصلہ کے بعد مرتد قرار دے کر قتل کیا گیا اور ان کی مکروہ لاشوں کو جلا دیا گیا۔[۱] اس کے بعد امت میں انفرادی طور پر مختلف موڑ آئے اور لوگوں نے سیدنا معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز میں شخصی تقابل شروع کر دیا بعض لوگ کم عقلی سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو حضرت معاویہ سے افضل جاننے لگے تو حضرت عبداللہ ابن مبارک نے اسی سلسلۂ گفتگو سے متعلق ایک موقعہ پر فرمایا:

غُبَارٌ دَخَلَ فِیْ اَنْفِ فَرَسِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب
مُعَاوِیَۃَ حِیْنَ غَزَا فِیْ رِکَابِ	ہو کر حضرت معاویہ میدانِ جہاد میں
رَسُوْلِ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم)	آئے اور اس میدانِ جہاد سے جو
افضل من الف عمر بن	مٹی اڑ کر حضرت معاویہ کے گھوڑے
عبد العزیز	کے نتھنوں میں پڑ گئی وہ ایک ہزار
	عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے۔

اور حضرت معافی بن عمران نے ایک گرما گرم گفتگو کے موقعہ پر فرمایا:

لَا یُقَاسُ اَحَدٌ بِاَصْحَابِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ
النَّبِیِّ ومعاویۃُ صاحبہ وصہرہ	کو کسی غیر صحابی پر قیاس بھی نہیں
وکاتبہ وامینہ علی وحی	کیا جا سکتا۔ اور حضرت معاویہ تو حضور

---

[۱] باب استتابۃ المرتدین" بخاری"

اللہ عزّ وجل کے ساتھی ہیں برادرِ نسبتی ہیں آپ کے کاتب ہیں اور اللہ کی وحی پر حضور کے امین ہیں۔

قارئین غور وفکر کریں کہ حضرت معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں جانے والی مٹی ایک ہزار عمر بن عبد العزیز سے افضل اور صحابہ پر غیر صحابہ کو قیاس بھی نہیں کیا جا سکتا۔

یہ بھی تو اسلاف کے اقوال ہیں اور اقوال تو اس قدر ہیں کہ انہیں نقل کرنے کے لئے بھی سیکڑوں اوراق چاہئیں۔

بعض لوگ دیوبند کے مدرسہ کے چند علماء کو جن کی حیثیت عمر بن عبد العزیز کے سامنے طفلِ مکتب سے زیادہ نہیں۔ ساری کائنات سے بڑھا بڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ معاویہ کے گھوڑے کے نتھنوں میں پڑ جانے والی مٹی جو ایک ہزار عمر بن عبد العزیز سے افضل ہے اور عمر بن عبد العزیز کی کروڑ دیوبندیوں سے افضل ہیں ذرا افضلیت کا تناسب نکالیں تو مائنس بھی نہیں نکلتا پھر تم اور تمہارے وڈیرے کیا حقیقت و حیثیت رکھتے ہیں؟ انہی لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ ہم اس دور کے لوگ اگر تمہارے اذکار پر گرفت کا حق نہیں رکھتے تو تم اور تمہارا دیوبند کیسے صحابہ پر عموماً اور سیدنا معاویہ اور ان کے ہزاروں صحابہ ساتھیوں کے مجلّیٰ و منور اجتہاد و سیرت پر کیوں کر گرفت کا حق رکھتے ہو تم پہلے اپنی شرعی پوزیشن واضح کرو تمہارا حدود اربعہ سیدنا معاویہ کے مقابلہ میں کیا ہے؟ تم تو شاہ ولی اللہ، امام غزالی اور امام ابن تیمیہ کے جوتے کی خاک بھی نہیں ہو۔ چہ جائیکہ تمہیں امیر معاویہ کے آفتابِ اجتہاد کے سامنے کراتے کے مٹی کے تیل کا دیا جلانے کا حق دیا جائے۔ اگر تم اس تنقید و تنقیص کو اپنا ملکی حق سمجھتے ہو تو ہماری نگاہ میں امیر معاویہ اور ان کے یمین و یسار رضی اللہ عنہم کے سامنے تمہاری پوزیشن وہی ہے جو امیر معاویہ کے مقابلہ میں سبائیوں کی تھی ـــ!

(۲) اگر امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وعن اعوانہ وانصارہ اجمعین نے سیدنا علیؓ کی بیعت نہ کی تو یہ ان کا اجتہادی حق تھا۔ اور انہوں نے اپنی بیعت کو مشروط کیا کہ جب تک قاتلینِ عثمان کیفرِ کردار تک نہیں پہنچائے جاتے بیعت نہ ہوگی۔ یہ بھی انکا شرعی حق تھا کہ

ا۔ وہ نسبتِ صحابیت اور تفقہ میں تمام اجلّہ صحابہ کے ہم پلّہ تھے۔

ب۔ اور وہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے مطالبہ میں وارث بھی تھے۔

ج۔ اور پھر سیدہ نائلہ اپنے فرزند سمیت حضرت معاویہ کے پاس ہی گئیں کہ ہمارا یہ حشر ہوا ہے تمہیں کچھ کرو۔ ان مظلومین کی مدد کرنا یہ بھی ان کا شرعی فریضہ تھا۔

وروی الطبرانی عن ابن عباس	طبرانی ابن عباس ؓ سے روایت کرتے
انہ قال مازلتُ موقناً ان	ہیں کہ انہوں نے کہا مجھے اس بات
معاویۃ یلی الملک من	کا یقین رہا کہ حکومت حضرت معاویہ
ھذہ الآیۃ	کو مل کے رہے گی کیوں کہ یہ آیت کریمہ ان
ومن قتل مظلوماً فقد ۔ لہ	کے حق میں جاتی ہے کہ۔ اور جو شخص
جعلنا لولیہ سلطاناً۔ پ۱۵	مظلومیت میں قتل کیا جائے ہم اس کے
(البدایہ ج۸ ص۲۱)	وارث کو سلطان عطا کرتے ہیں۔"

سیدنا معاویہ نے بھی اپنی حقانیت کیلئے یہی آیت پڑھی اور وہ شرعی وارث بھی تھے اور یہ ان کا شرعی حق بھی تھا۔

یہ ایک مسلمہ کلیہ ہے کہ مجتہد جب کسی متنازعہ مسئلہ میں اجتہاد کرے اور کتاب و سنت کی ضیاء میں اپنی ایک مثبت و مُصیب رائے قائم کرلے تو اس پر واجب ہے کہ اپنی رائے پر عمل کرے۔

(۲۰) سیدنا معاویہ نے اجتہاد کا حق استعمال کیا اور اپنی شرعی و اجتہادی رائے پر ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور اس عمل کو آگے بڑھایا پھر اس سلسلہ میں سیدنا معاویہ نے بار بار مجلسِ شوریٰ سے مشاورت کی جن میں جلیل القدر اصحابِ رسول بھی تھے اور تابعین بھی! ان کے متفقہ فیصلہ کے بعد یہ اقدام کیا گیا۔ میں پوچھتا ہوں حضرت معاویہ اور ان کی مجلس مشاورت کے سامنے تمہارے ان بزرگوں کی حقیقت کیا ہے ؟ جنہیں تم اچھال اچھال کر ہم پر ان کی شخصیتوں کا رعب ڈالتے ہو اور ان کی شخصیتوں کے رعب سے مرعوب کرنے کی سعیٔ مذموم کرتے ہو جب کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت معاویہ کی رائے پر مہر تصدیق ثبت کی اور یہ "شام کی مجلسِ شوریٰ" کا فیصلہ تھا محض ایک آدمی کی رائے نہیں تھی۔ پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور علیہ السلام نے اہلِ شام کو طائفہ منصورہ فرمایا۔ حضرت معاویہ اسی حدیث کو بطور حجت پیش فرماتے۔

وان اھل الشام ھم الطائفۃ	اہلِ شام اپنے مخالفوں کے مقابلہ پر
المنصورۃ علی من خالفھا	مدد کی گئی جماعت ہے۔ (طائفہ منصورہ)
(البدایہ ج۸ ص۱۲۶)	

ان کوربصر ناقدین کو فتنۂ باغیہ تو شیرِ مادر کی طرح لذیذ لگتا ہے لیکن نہ جانے اہلِ شام کے طائفہ منصورہ کی حدیث کیوں یاد نہیں آتی اور اس کی ترشی ان کے مخمور دانت کیوں کھٹے کر دیتی ہے۔

اس مجلسِ شوریٰ میں صحابہ و تابعین کی اکثریت تھی۔ کیا یہ لوگ اکابرِ امت نہیں؟ کیا یہ اکابر تمہارے اسلاف نہیں؟ کیا یہ اسلاف دیوبند کے اسلاف کے لئے واجب الاتباع نہیں؟ اور کیا یہ اسلاف پاکستان میں رہ کر دیوبند کی محبت میں بلبلانے والوں کے اسلاف نہیں؟ اگر یہ ان اسلاف کو اپنا بزرگ مانتے ہیں تو ہندوستانی علماء اور پاکستانی علماء کی ان کے سامنے کیا حیثیت ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اصابتِ فکر پر سیدنا عمر بن خطاب بھی عش عش کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے۔

تلوموننی فی ولایتہ و	میں نے اگر معاویہ کو ولایتِ شام
انا سمعت رسول اللہ صلی اللہ	دی ہے تو تم مجھے ملامت کرتے ہو
علیہ وسلم یقول اللھم	حالانکہ میں نے حضور علیہ السلام سے
اجعل معاویۃ ھادیًا	سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اے اللہ!
مھدیًا لا تذکروا معاویۃ	معاویہ کو ہادی و مہدی بنا۔ لہٰذا
الا بخیر۔ (البدایہ ج ۸ ص ۱۲۲)	تم معاویہ کا تذکرہ خیر کے سوا نہ کیا کرو۔

ناقدین خاسرین کو یہ عبارتیں، احادیث، اقوال دکھائی نہیں دیتے۔ خیر سے محروم اور شر کے پجاریو دیکھو۔

سیدنا عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں،

ما رأیت احداً بعد رسول اللہ	میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلی اللہ علیہ وسلم اسود	کے بعد معاویہ جیسا سیادت کا اہل
من معاویۃ قیل ولا ابوبکر	نہیں دیکھا۔ کسی نے کہا ابوبکر بھی
قال ابوبکر وعمر وعثمان	نہیں؟ فرمایا ابوبکر، عمر، عثمان فضیلتوں
خیراً منہ وھو اسود۔	میں ان سے بڑھ کے تھے سیادت
(البدایہ ج ۸ ص ۱۳۵)	کے جوہر معاویہ جانتے ہیں وہ انہی کا حصہ ہے

سیادت کے ان جواہرِ اصلیہ کا ہی یہ کمال تھا کہ عرب کے تمام دانشور تدبرِ معاویہ کے سامنے گھٹنے ٹیک گئے اور حضرت معاویہ کے موقف کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ ناقدین اب بتائیں کہ جن لوگوں نے حضرت معاویہ کی تائید و حمایت کی اور ان کی بیعت کی کیا وہ تمام غلط کار تھے؟ ان ناقدین کا فیصلہ تو ان

کی کتب سے ظاہر ہے کہ حضرت معاویہ غلطی پر تھے اور صورتاً باغی تھے اگر امیر غلطی پر ہے تو معاونین و انصار بھی تو غلط ہوئے میں بھی تو میں پوچھتا ہوں کہ آپ نے صحابہ کو غلط کہنے کا حق آپ کو کس نے دیا؟ آپ کو کس نے صحابہ کی خطائیں شمار کرنے کا منصب دیا ہے۔

صحابہ کو خطاکار کہنے کی بجائے ہزار درجہ بہتر ہے کہ ان ناقدین ظالمین کو بکیسر غلط کار کہا جائے اور ان کی جماعت کو غلط کاروں کا غول بیابانی، سیدنا معاویہ اور ان کے انصار کے مقابلہ میں ان ناقدین کو غلط کار کہنے پر ثواب بھی ملے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی اور اجتہادی دشرعی حق کی بنا پر نہیں کی پھر دونوں بزرگوں کی افواج آمنے سامنے ہوئیں اور خوف ناک حادثہ رونما ہوا۔ اس حادثے کا ذمہ دار اکیلے حضرت معاویہ کو بنانا تو دین کا مطالبہ ہے اور نہ کسی کا دینی حق۔ لیکن پاکستانی ناقدین کو اصرار ہے کہ حضرت معاویہ اور ان کے انصار باغی ہیں لیکن حقیقۃً نہیں صورتاً ہیں ــ مگر کیسے؟ باغی تو وہ ہوتا ہے جو بیعت کر کے بیعت توڑے۔ حضرت معاویہ نے جب حضرت علی کی بیعت ہی نہیں کی تو بغاوت کیسی؟ یہ تو حادثہ ہے غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں، سازش کی گئی ہے جس نے دونوں بزرگوں کو پریشان کیا۔ دونوں حق پر ہیں اور اپنے اپنے اجتہاد پر عمل پیرا ہیں۔

حضرت معاویہ نہ حقیقۃً باغی ہیں نہ صورتاً بلکہ حضرت معاویہ حقیقۃً بھی مجتہد ہیں اور صورتاً بھی اور اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ہرگز بغاوت نہیں۔ اس کو بغاوت کہنا بجائے خود بغاوت و جہالت ہے

(۲) حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کو حضرت معاویہ کے ذمہ لگانا اور ان کی شہادت سے حق و باطل کا فیصلہ کرلینا قیاس باطل ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں بھی محقق نہیں کہ حضرت عمار کو حضرت معاویہ نے یا کسی اور صحابی نے قتل کیا ہو یا انہیں حضرت معاویہ کے کسی ساتھی نے قتل کیا ہے۔ یہ بھی آپ ناقدین کا اور آپ کے عجمی ذوق کے شرکا کا افسانہ عجم ہے چونکہ حضرت عمار کا قتل حق و باطل کا معیار ہے، اور حضرت عمار حضرت علی کے ساتھ تھے لہذا انہیں حضرت معاویہ نے ہی قتل کیا ہے اس لئے وہ باغی ہیں۔ یہ منطق خبیثہ خالص ایرانی منطق ہے اسے جو بھی اچھالے وہ بہرحال غلط کار ہے۔

حالانکہ "وفاء الوفاء" میں بزار کے حوالہ سے یہ روایت ملتی ہے۔

يا عَمّارُ لا يَقتُلُكَ أصحابي	اے عمار! تجھے میرا ساتھی قتل نہیں
تَقتُلُكَ الفِئَةُ الباغية	کرے گا تجھے باغی ٹولہ قتل کریگا۔

(باقی آئندہ)

حضرۃ مولانا محمد عبداللہ مدظلہٗ
احمد پور شرقیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قلمی بے راہ روی کا ایک نیا نمونہ

(آخری قسط)

....قال فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال ما بال اقوام سقطت علی ابی کلمۃ۔

(راوی (حضرۃ ابوسعید خدریؓ) کہتے ہیں کہ آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: اُن لوگوں کا کیا حال ہے، جو ایک شخص کے مُنہ سے ایک بات کے نکال دینے پر اس کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔

غور کرنے کا مقام ہے جب آنحضورؐ نے صحابہ کرام پر نکتہ چینی اور حرف گیری کو ناپسند فرمایا تو کیونکر ممکن تھا کہ حضور خود حضرت ماعزؓ کی اس طرح بُرائی کرتے۔

(ج) علاوہ ازیں صحیح بخاری اور ابوداؤد شریف میں حضرت جابر بن عبداللہ کی روایت میں ہے: فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیراً۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں: ای ذکرہ بجمیلٍ۔ یعنی حضورؐ نے اُن کا ذکر اچھے لفظوں میں فرمایا۔ تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک طرف تو حضورؐ اپنے ایک غلام کا ذکر اچھے لفظوں میں فرمائیں دُوسری طرف ایک خطبہ ارشاد فرما کر اُس کی بدکرداری کا پرچار کریں۔ حضرت جابرؓ کی اس روایت سے بھی صاف طور پر معلُوم ہوتا ہے کہ خطبہ کا مصداق حضرت ماعزؓ کو قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(د) دوسری روایات سے قطع نظر کرتے ہوئے خود اسی خطبے والی روایت پر غور کیجئے۔ اس کے آخر میں ہے ولا سبّہ "اور نہ اُسے بُرا بھلا کہا"۔ (ترجمہ اصلاحی صاحب) اگر خطبے میں حضرت ماعزؓ ہی کا کردار بیان کیا گیا ہے کہ وُہ مَردوں کی عدم موجودگی میں عورتوں کے پیچھے بھاگا بھاگا پھرتا تھا جس طرح کہ بجا بکریوں کے پیچھے پھرتا ہے تو بتائیے، اس سے زیادہ کسی کی بُرائی کیا ہوسکتی ہے؟ پھر وَ لَا سَبَّہٗ کا کیا مطلب ہُوا؟

حاصلِ کلام یہ ہے کہ حضرت ماعزؓ کے عادی مجرم ہونے کا کوئی نشان کہیں سے نہیں ملتا تو یہ شرافت کی کون سی قسم ہوگی کہ چودہ سو سال بعد کا ایک مُصنّف خوامخواہ ایک صحابیٔ رسُول کو بدمعاش اور گنڈا ثابت کرنے پر تُلا ہوا ہے؟ ع:

بریں عقل و ہمّت بباید گریست

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ دربارِ رسالت میں کیسے پہنچے ؟

ہم نے اُوپر اصلاحی صاحب کے مضمون سے جو اِقتباسات دیئے ہیں اُن میں سے اِقتباس نمبر ۲ اور نمبر ۳ کو دوبارہ دیکھئے ۔ وُہ اس پر مُصر ہیں کہ اَوّلاً ، ماعزؓ نہ تو کوئی بھلے مانس آدمی تھے کہ از خود انہیں اپنے جرم پر ندامت ہوتی اور نہ وُہ از خود دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے بلکہ وُہ اپنے قبیلے والوں کے اِصرار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔

ثانیاً ، وُہ یہ اُمید لے کر آئے تھے کہ اس طرح سزا سے بچ جائیں گے ۔

ثالثاً ، خود حضورؐ کی پُوچھ گچھ ایسے سخت انداز کی تھی کہ ماعزؓ کو اعترافِ جرم کے بغیر کوئی چارہ کار نظر نہ آیا۔

روایاتِ حدیث اور ائمۂ دین کی تصریحات کے مطابق یہ تینوں باتیں غلط ہیں ۔ ہم قدرے تفصیل سے ان پر کلام کرتے ہیں ۔

حضرت ماعزؓ کا واقعہ کتُبِ حدیث میں کم و بیش بارہ صحابۂ کرامؓ سے منقُول ہے اور صحیح بخاری وغیرہ کے مطابق اکثر حضرات اَتیٰ اور جاءَ کے لفظوں سے بیان کا آغاز کرتے ہیں ، یعنی یہ کہ حضرتِ ماعزؓ خود ہی آئے۔ حضرت بُریدہؓ جو ماعزؓ کے ذات بھائی یعنی قبیلۂ اسلم ہی کے ایک فرد ہیں ، اُن کی روایت مسلم شریف میں موجُود ہے کہ ماعز بن مالک نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا : ”اے اللہ کے رسول ! مجھے پاک کیجئے ....الخ

مُوطا امام مالک میں ہے کہ وُہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس گئے اور اُنہیں بتایا کہ اُن سے جُرم سرزد ہوگیا ہے حضرت صدیقؓ نے پُوچھا ، کیا کسی اور سے بھی تم نے اس کا ذکر کیا ؟ کہا ، نہیں ! تو حضرت ابوبکر نے فرمایا : اللہ کے سامنے توبہ کرو ، اللہ نے تم پر پردہ ڈالا ہے تو تم پردہ میں رہو ، کیونکہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرلیتا ہے ۔ مگر ماعزؓ کے دل کو قرار نہیں آیا ، وُہ حضرت عمرؓ کے پاس گئے ۔ اُنھوں نے بھی حضرت ابوبکرؓ جیسا مشورہ دیا ۔ پھر بھی اُن کے دل کو قرار نہ آیا ، حتیٰ کہ وُہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگئے ۔

جس چیز کو اصلاحی صاحب ”قبیلہ والوں کا اِصرار“ کہہ کر بات کا بتنگڑ بنا رہے ہیں اُس کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ حضرت ماعزؓ یتیم ہوکر ایک صحابی حضرت ہزّالؓ کے زیرِ کفالت تھے ۔ جب ماعزؓ سے اس گناہ کا صدُور ہوا تو ہزّال نے اُن سے کہا : ”تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپؐ کو اس کی خبر دو ، شاید آپ تمہارے لئے بخشش کی دُعا فرمادیں“۔ ہزّال کا مقصد یہ تھا کہ شاید اس طرح پر کوئی راہ نکل آئے ۔ چنانچہ وُہ رسُول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا: "اے اللہ کے رسول! مجھ سے زنا سرزد ہو گیا ہے، کتاب اللہ کا جو حکم ہو آپ مجھ پر نافذ کر دیں"...... (ابوداؤد شریف)۔ یہ روایت ہزالؓ کے صاحبزادے نعیم نے بیان کی ہے اور اسی ابوداؤد میں انہی نعیم سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ جب ماعزؓ کو سنگسار کر دیا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزالؓ سے فرمایا: "اگر تم پردہ پوشی سے کام لیتے تو تمہارے لئے بہتر تھا۔"

قصۂ مختصر، حضرت ماعزؓ کو حضرت ہزالؓ نے مشورہ ضرور دیا تھا لیکن قبیلہ والوں کا اُن پر اصرار کوئی نہیں نہیں تھا۔ بلکہ حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ انہیں راز کو راز رکھنے کا مشورہ دیتے ہیں اور مؤطا امام مالک کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت تک حضرت ہزالؓ کو بھی اس بات کا کوئی علم نہیں ہوا تھا۔ یہ حضرت ماعزؓ کی شرافتِ نفس کا نتیجہ ہے کہ اُن سے گناہ سرزد ہو گیا تو دل کی بے قراری انہیں کبھی درِ صدیق پر لے جاتی ہے کبھی کاشانۂ فاروقؓ پر، پھر بھی بے چینی ختم نہیں ہوتی۔ اپنے کفیل سے ذکر کرتے ہیں اور اُن کے مشورہ پر آستانۂ نبوت پر حاضری دیتے ہیں۔ دل میں ایک ہی تڑپ ہے کہ کسی طرح یہ گناہ دُھل جائے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ:

"جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اُسے اُس کی سزا مل گئی تو وہ اُس کے لئے کفارہ بن جائیگی اور جس نے کوئی گناہ کا کام کیا، پھر اللہ نے اُس کی پردہ پوشی کی تو (اب اللہ کی مرضی ہے) اگر وہ چاہے تو اُسے بخش دے اور چاہے تو اُسے عذاب دے۔" (بخاری باب الحدود وکفارۃ)

صحابہ کا ایمان بڑا مضبوط تھا، اُن کے دلوں میں خوفِ خدا تھا، اگر کبھی ہوائے نفس کے تقاضا سے مغلوب ہو کر کسی سے کوئی گناہ صادر ہو جاتا تو وہ فکر مند ہو کر فوراً تلافی کے لئے سوچتے۔ کچھ ایسے ہی جذبات کا اظہار حضرت ماعزؓ نے دربارِ نبوت میں کیا تھا جن کو راویوں نے: طَهِّرْنِيْ يَا رَسُوْلَ اللهِ اور اَقِمْ عَلَيَّ كِتَابَ اللهِ جیسے لفظوں سے تعبیر کیا ہے ـــــــ پھر خوفِ خدا کا کیا ٹھکانہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پہلے دن واپس فرما دیتے ہیں، جبکہ وہ اُس روز بھی دوبارہ لوٹ کر اعترافِ جرم کر چکے تھے، اگلے روز پھر واپس آتے ہیں اور اپنی وہی استدعا پیش کرتے ہیں اور ایک دفعہ نہیں، بلکہ دو دفعہ ـــــــ جب چار مختلف مجالس میں وہ اس طرح اقرارِ جرم کر چکے تو اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیقِ حال کے لئے مزید چند سوالات فرمائے۔ قارئین کی معلومات کے لئے چند سوالات مع جوابات یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

سوال: ۱ـــ کیا تم دیوانے ہو؟ ـــــــــــــ جواب: نہیں۔

۲ــ کیا تُم نے شراب پی رکھی ہے؟ ـــــــــــــــــــ جواب : نہیں۔ مزید اطمینان کے لئے ایک آدمی نے اُٹھ کر اُسے سُونگھا کہ کہیں اس سے شراب کی بُو تو نہیں آ رہی؟

۳ــ کیا تم شادی شدہ ہو؟ ـــــــــــــــــــ جواب : جی ہاں۔

۴ــ کیا ایسا تو نہیں کہ تُم نے صرف بوس و کنار کیا ہو؟ ـــــــــــــــــــ جواب : جی نہیں۔

۵ــ کیا تم اُس کے ساتھ ہم بستر ہوئے؟ ـــــــــــــــــــ جواب : جی ہاں۔

۶ــ کیا تم نے اس سے مباشرت بھی کی؟ ـــــــــــــــــــ جواب : جی ہاں۔

۷ــ کیا تم آخری حد تک فعل کر گزرے؟ ـــــــــــــــــــ جواب : جی ہاں، مَیں ناجائز طور پر اس کے ساتھ وُہ کچھ کر گزرا جو مَرد اپنی بیوی کے ساتھ جائز طور پر کرتا ہے۔

قارئین ان سُوالات سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان سوالات سے مقصُود، مُلزم کو شک کا فائدہ پہنچانا ہے۔ کیونکہ شک پیدا ہو جانے سے حَد ساقط ہو جاتی ہے۔ زبردستی اقبالِ جُرم کرانا مقصُود نہیں ہے۔ ذرا اندازہ تو کیجئے (ا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجُرم کو بار بار واپس کر دیتے ہیں اور حضرت بُریدہ اسلمیؓ یہاں تک بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ (یعنی صحابہؓ) آپس میں یُوں کہا کرتے تھے کہ اگر ماعِز اسلمیؓ تین مرتبہ اقرار کر لینے کے بعد گھر میں بیٹھ جاتے اور پھر لَوٹ کر حضورؐ کے پاس نہ آتے تو آپ اُنہیں نہ بُلواتے (مُسندِ احمد، ابی داؤد) لیکن اصلاحی صاحب کہتے ہیں کہ آپؐ نے اُسے گھر سے بُلوا لیا تھا۔

(ب) رؤف و رحیم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے غلام کو ان سوالات کے ذریعے شک کا مفاد پہنچانا چاہتے ہیں، مگر اصلاحی صاحب کہتے ہیں کہ آپؐ نے نہایت تیکھے انداز میں پُوچھ گچھ کی جس کے بعد ماعِز اعترافِ جُرم پر مجبور ہو گیا۔

آگے چلیئے، حضورؐ نے اسی پُوچھ گچھ پر بھی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ کُتبِ حدیث کے مطابق ماعِزؓ کی قوم کے پاس آدمی بھیج کر مزید دریافت فرمایا کہ کہیں یہ پاگل تو نہیں ہے؟، اُنہوں نے کہا: یہ تو ہماری قوم کے عقلمند آدمیوں میں سے ہے۔ اس سلسلے میں آپ حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ کی روایت پڑھئے اور پھر اپنے اصلاحی صاحب کی "امانتداری" کی داد دیجئے۔

..... فقالوا ما نعلم به بأساً إلّا أنّهٗ اصاب شيئاً يرى انّه لا يخرج منه الا ان يقام فيه الحدّ لله - (فتح الباری)	اُنہوں نے کہا، اس کی عقل میں تو کوئی خرابی نہیں ہے۔ صرف یہ بات ہے کہ اس سے ایک کام ایسا ہو گیا ہے جس کے بارے میں وہ یہ سمجھتا ہے کہ جب تک اس پر اللہ کی مقرر کردہ حد قائم نہ ہو جائے یہ اس کے وزر سے نہیں نکل سکتا۔

بتائیے: اِس روایت کے بعد بھی کوئی گنجائش رہ گئی ہے کہ اصلاحی صاحب کی "انکوائری رپورٹ" کو درست قرار دیا جائے۔ حاشا وکلا!

مناسب معلوم ہوگا کہ ہم یہاں پر علماءِ اُمّت کے چند اقوال بطور نمونہ نقل کر دیں تاکہ قارئین مزید یہ دیکھ لیں کہ: "من چہ می سرایم و طنبورۂ من چہ می سراید"

۱۔ حافظ الدنیا علامہ ابن حجرؒ عسقلانی فتح الباری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

و فی ھٰذا الحدیث من الفوائد منقبة عظیمة لماعز ابن مالك لانه استمر علی طلب اقامة الحدّ علیه مع توبته لیتمّ تطهیره ولم یرجع عن إقراره مع ان الطبع البشری لیقتضی انه لا یستمر علی الاقرار بما یقتضی ازهاق نفسه فجاهد نفسه علی ذٰلك و قوی علیها و اقرّ من غیر اضطرار الی اقامة ذٰلك بالشهادة مَعَ وضوح	اِس حدیث سے جو فوائد (مسائل) نکلتے ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت ماعز بن مالک رضؓ کی بڑی تعریف و توصیف نکلتی ہے کہ وُہ توبہ کر لینے کے باوجود حدّ قائم کرنے کے مطالبہ پر قائم رہے تاکہ وُہ پُوری طرح گناہ سے پاک صاف ہو جائیں اور اپنے اقرار سے باز نہ آئے۔ حالانکہ انسانی فطرت کا تقاضا یہ ہے کہ جو چیز جان کنی کا مُوجب بنتی ہو، اس کے اقرار پر ڈٹ نہ جائے، مگر اُنہوں نے اس بارے میں مُجاھدۂ نفس سے کام لیا اور وُہ اس پر غالب آ کر رہے۔ اُنہیں کوئی مجبوری نہیں تھی کہ بار بار جُرم کا اعتراف کر کے حدّ قائم کرا لیں، نیز اُن کے سامنے توبہ کر کے قتل سے بچ جانے کا راستہ موجود

الطریق إلیٰ سلامتہ من القتل بالتوبة - (فتح الباری)-	تھا، اِس کے باوجود انہوں نے اقرارِ جُرم کرلیا۔

۲۔ امام نَوَوِیؒ شرحِ مسلم میں فرماتے ہیں : (اختصار کے پیشِ نظر ہم یہاں پہ صرف ترجمہ نقل کرتے ہیں)۔

"اگر یہ کہا جائے ، اس کی کیا وجہ ہے کہ ماعز اسلمیؓ اور غامدیہ نے توبہ پہ اکتفا نہ کیا، حالانکہ اس سے بھی ان کی غرض پُوری ہوجاتی ہے ، وُہ یہ کہ گناہ ساقط ہوجائے ، بلکہ یہ دونوں گناہ کے اقرار پہ مُصر رہے اور انہوں نے سنگسار ہونے کو ترجیح دی ، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حُدود کے ساتھ تو بریّ الذمہ ہوجانا اور گناہ کا ساقط ہوجانا ہر حال میں یقینی ہے خصُوصًا وُہ حَد جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قائم ہو۔ رہ گئی توبہ ، تو اُس کے بارے میں یہ اندیشہ ہے کہ وُہ توبۂ نصُوح (پُرخلوص) نہ ہو اور اس کی شرائط میں سے کوئی پُوری نہ ہو، تو اس صُورت میں معصیت اور اُس کا وبال باقی رہ جائیں گے اس لئے انہوں نے چاہا کہ شک والی صورت کو چھوڑ کر یقینی صُورت سے برات حاصل کریں۔ واللہ علم"

۳۔ امام عبدالبرّ اندلسیؒ "الاستیعاب فی معرفة الاصحاب" میں حضرت ماعزؓ کے حالات میں فرماتے ہیں :

و ھو الذی اعترف علیٰ نفسہ بالزنا تائبًا منیبًا ۔	یہ وُہی ہیں جنہوں نے صِدقِ دل سے تَوبہ کرتے ہُوئے اور اُللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے اپنے متعلق جُرمِ زنا کا اقرار کر لیا تھا۔

علماءِ اُمّت کی اس قسم کی تصریحات کتابوں میں مَوجُود ہیں۔ اگر اصلاحی صاحب یا غامدی صاحب کی نگاہیں ان تک نہیں پہنچیں تو وُہ اپنی خیرہ چشمی کا علاج کرائیں ۔اس میں چشمۂ آفتاب کا کوئی قصُور نہیں۔

فائدہ :

ہم یہاں پر ایک نکتہ کی تفصیل میں تو نہیں جاسکتے ، البتہ اس کی طرف اشارہ کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وُہ یہ کہ حضرات صحابۂ کرام اگرچہ معصُوم نہیں تھے ، یہ بھی درست ہے کہ بشریّت کے تقاضے اُن کے ساتھ تھے، اس کے باوجود وُہ حضرت عبداللہ بن مسعُودؓ کے لفظوں میں أبرّ الأمّة قلوبا .... اختارھم الله لصحبة نبیّه و لاقامة دینه کا مصداق تھے۔ یعنی "اُمّت میں سب سے زیادہ پاک نہاد،

اللہ نے انہیں اس غرض کے لئے چُن لیا تھا کہ وُہ اس کے نبی کے رفیقِ کار ہوں اور اُس کا دین قائم کرنے کی ذمہ داری سنبھالیں"۔

اگر آپ نگاہ کو اَور بلند لے جائیں تو شاید یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ عہدِ رسالتؐ میں اس قسم کے جو اِکّا دُکّا واقعات پیش آئے تھے، اُن سے قدرت کو آنے والی نسلوں کے لئے اُسوہ اور نمونہ پیش کرنا مقصود تھا۔ شاید عہدِ رسالت میں اگر رجم کا کوئی واقعہ پیش نہ آتا تو بعد میں اُمت کو حیلے بہانے ڈھونڈنے کا موقع مل جاتا۔ کسی شاعر نے شاید اسی موقع کے لئے کہا تھا:

؎ مجھ سے دُنیا نے درسِ ہوش لیا
مَیں گرا، وُہ سنبھل گئی ساقی

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ کی نمازِ جنازہ:

اِصلاحی صاحب رقمطراز ہیں:

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مغفرت کے لئے نہ دُعا کی نہ اُس کا جنازہ پڑھا"۔ اھ

بلاشُبہ کتُبِ حدیث میں ایسی روایتیں مَوجُود ہیں، لیکن اُن کے مقابلہ میں وُہ روایتیں بھی مَوجُود ہیں جن میں نمازِ جنازہ اَدا کئے جانے کی تصریح مَوجُود ہے۔ ہم یہاں پر دو روایتیں نقل کرتے ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری شریف حضرت جابرؓ کی روایت کے آخر میں ہے:

فقال له النبی صلی اللہ علیہ وسلم خیرا و صلّی علیہ۔
(بخاری، ج: ۲، ص: ۱۰۰۷)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق میں خیر کے کلمے ارشاد فرمائے اور اُن کی نمازِ جنازہ اَدا کی۔

۲۔ مُصنّف عبدالرزاق میں ابی اُمامہ بن سھل بن حُنَیف انصاری سے ایک روایت میں ہے کہ جس دن حضرت ماعزؓ کو سنگسار کیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پُوچھا گیا، اَے اللہ کے رسُول! کیا آپ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے؟ فرمایا، نہیں! جب اگلے روز ظہر کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ پڑھو۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور لوگوں نے بھی۔ (مُصنّف عبدالرزاق، ج: ۷، ص: ۳۲۱)۔

انہی روایات کے پیشِ نظر حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں:

"جن روایات میں نمازِ جنازہ کی نفی آئی ہے اُس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس روز سنگسار کیا گیا تھا، اُس دن جنازہ کی نماز اَدا نہیں کی گئی اور جس روایت میں نمازِ جنازہ کا اِثبات ہے اُس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضورؐ نے دُوسرے روز اَدا فرمائی۔" (فتح الباری)۔

یہی توجیہ عَلّامہ عَینی شارحِ بخاری اَور دُوسرے مُحدّثین نے بھی بیان کی ہے۔ بس، بات صاف ہوگئی۔

اِس سلسلے میں ہم قارئین کو اس نکتہ کی طرف توجّہ دلانا چاہتے ہیں کہ اصلاحی صاحب کی یہ منطق کیسی نرالی ہے کہ وُہ روایات میں سے چُن چُن کر اَپنے مطلب کے اَلفاظ الگ کرتے ہیں اَور جہاں روایت کا وُہ حصّہ آجاتا ہے جو اُن کے مفاد کو نقصان پہنچاتا ہے، وُہ اس کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ وُہ خود ہی حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں :

"مَیں سب لوگوں سے زیادہ اس بات سے واقف ہوں۔"

اَور یہی حضرت جابرؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ کے حق میں کلمۂ خیر ارشاد فرمایا اَور اُن پر نمازِ جنازہ اَدا فرمائی، مگر یہاں وُہ حضرت جابرؓ کی بات اَن سُنی کرکے ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ کی روایت کا سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ بہرصورت، مُحدّثین نے دونوں روایتوں میں مطابقت کی جو صُورت بیان کی ہے وہ عرض کر دی گئی ہے۔

حضرت ماعز رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں :

یُوں تو تَوبہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام فرمان ہے :

اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ ۔	گناہ سے تَوبہ کرنے والا اُس شخص کی طرح ہے جس کا کوئی گناہ نہیں۔

پھر اگر کوئی شخص کسی ایسے جُرم کا مُرتکب ہو جائے جس کی وجہ سے اُس پر حَدّ قائم ہو جائے تو وُہ حَدّ اُس کے لئے کفّارہ بن جاتی ہے۔ جیسا کہ بحوالہ حدیث بخاری پہلے گزر چکا ہے۔

اِن دو اصُولی باتوں کے علاوہ اگر کسی شخص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بشارت سُنا دیں تو پھر کسی مسلمان کے لئے گنجائش نہیں ہوگی کہ اُس شخص کے بارے میں کوئی بدزبانی کرے یا اُس کے حق میں کوئی توہین آمیز کلمات استعمال کرے۔ ہمیں سخت تعجّب ہے کہ اصلاحی صاحب نے اُن تمام روایات اَور اَحادیث کو نظر انداز کر دیا جن میں حضرت ماعزؓ کے بخشے جانے اور اُن کے جنّتی ہونے کی بشارتیں موجود ہیں۔ ہم چند روایتیں یہاں نقل کرتے ہیں :

۱۔ فامر بہ فرجم فکان الناس فیہ فریقین قائل یقول لقد ھلک لقد احاطت بہ خطیئتہ و قائل یقول ما توبۃ افضل من توبۃ ماعز انہ جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضع یدہ فی یدہ ثم قال اُقتلنی بالحجارۃِ۔

قال: فلبثوا بذلک یومین او ثلاثۃ ثم جآء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھُم جلوس، فقال: استغفروا لماعز بن مالک، قال: فقالوا غفر اللہ لماعز بن مالک۔ قال: فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد تاب توبۃ لو قُسمت بین اُمّۃ لوسعتّھم۔

(صحیح مُسلم، ص: ۶۰، ج: ۲)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کے بارے میں حکم دیا اور اُسے رجم کر دیا گیا تو لوگ اُس کے بارے میں دو گروہوں میں بٹ گئے اُن میں سے ایک کی رائے تھی کہ اُس کی شامت نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا یہاں تک کہ یہ ہلاک ہو گیا۔ اور کچھ لوگ یوں کہتے تھے کہ ماعز کی توبہ سے بہتر کوئی توبہ نہیں ہے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنا ہاتھ حضور کے ہاتھ میں دے دیا پھر کہا مجھے پتّھروں سے مار ڈالیں۔

راوی کا بیان ہے، دو یا تین روز لوگ اس طرح رہ گئے پھر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور وہ بیٹھے ہوئے تھے، تو آپ نے فرمایا: تم لوگ ماعز بن مالک کے حق میں دعاءِ مغفرت کرو۔ راوی کہتا ہے اس پر لوگوں نے کہا: اللہ ماعز بن مالک کی مغفرت فرمائے۔ راوی کہتا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ماعز نے تو ایسی (پُرخلوص) توبہ کی ہے کہ اگر وہ ایک اُمت میں تقسیم کر دی جائے تو اُن سب کو اپنے اندر سمو لے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ اِصلاحی صاحب کی تردید کے لئے یہی ایک روایت کافی وافی ہے۔ اور قارئین کو یہ پڑھ کر بڑی حیرت ہوگی کہ اِصلاحی صاحب نے اس روایت کے خط کشیدہ الفاظ اور اُن کا ترجمہ تو اپنی کتاب میں نقل کر دیا ہے مگر آگے کی ساری عبارت چھوڑ دی۔ کیا اسی کا نام دیانت ہے؟

۲۔ فسمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلین من اصحابہ یقول احدھما لصاحبہ انظر الی ھذا الذی ستر اللہ علیہ فلم تدعہ نفسہ حتی رجم رجم الکلب فسکت عنھا ثم سار ساعۃ حتی مر بجیفۃ حمار شائل برجلہ فقال این فلان و فلان؟ فقالا نحن ذان یارسول اللہ! فقال: انزلا فکلا من جیفۃ ھذا الحمار فقالا یا نبی اللہ من یاکل من ھذا؟ قال: فما نلتما من عرض اخیکما أنفا اشد من اکل منہ والذی نفسی بیدہ انہ الآن لفی انہار الجنۃ ینغمس فیھا۔

(سُنن ابوداؤد شریف)۔

اس واقعہ (رجم) کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے دو آمیوں کو ایک دُوسرے سے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اس بدبخت کو دیکھو، اللہ نے اس کا پردہ ڈھانکے رکھا تھا، لیکن اُس کے نفس نے اس کو نہیں چھوڑا۔ یہاں تک کہ کُتّے کی طرح سنگسار کردیا گیا۔ تو آپ خاموش رہے پھر کچھ دیر آپ چلتے رہے تاآنکہ آپ ایک مُردار گدھے کے پاس سے گزرے جسکی ٹانگ اُوپر کو اُٹھی ہوئی تھی۔ تو آپ نے پُوچھا فلاں فلاں آدمی کہاں ہیں؟ اُنہوں نے کہا یارسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: تم دونوں بیٹھ کر اس مُردار گدھے سے گوشت کھاؤ۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! اس کون کھا سکتا ہے؟ فرمایا: تو تم نے ابھی اپنے بھائی کی ہتکِ عزت کی ہے وُہ اس مُردار کے کھانے سے زیادہ بُری بات ہے۔ اُس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں میری جان ہے، یقیناً اب وُہ بہشت کی نہروں میں غوطے لگاتا پھرتا ہے۔

چلیے، یک نہ شد دو شد۔ یہ دُوسری روایت ہے جس کی نقل میں اصلاحی صاحب نے کمال بددیانتی سے کام لیا ہے۔ اس کا خط کشیدہ حصّہ مع ترجمہ (وُہ بھی صرف خط کشیدہ) انہوں نے نقل کردیا۔ آگے اُنہیں سانپ سُونگھنا تھا کہ یہاں تک پہنچ کر اُنہوں نے "فل سٹاپ" دے دیا۔

موصوف کی قساوتِ قلبی، یا شقاوت ملاحظہ ہو کہ، یہ جان لینے کے باوجود کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے حضرت ماعزؓ کے بارے میں درشت لب و لہجہ اختیار کیا تو آنحضورؐ نے انہیں سختی سے ڈانٹ دیا۔ مگر "پندرھویں صدی کے امام صاحب" ترجمہ میں بدبخت کا لفظ بڑھا کر اُس درشتی میں اور اضافہ کر رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ ط

ستم بالائے ستم یہ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، قسم کھا کر ارشاد فرماتے ہیں کہ ماعزؓ بہشتی ہیں اور یہ صاحب اُنہیں کٹر منافق قرار دے رہے ہیں۔ او ظالم! کچھ تو خوفِ خدا سے کام لیا ہوتا۔

اللہ رب العزت نے منافق کا ٹھکانہ اَلدَّرۡکِ الۡاَسۡفَلِ مِنَ النَّارِ ط بتایا ہے۔ اور زبانِ نبوۃ نے ہمیں آگاہ کردیا کہ ماعزؓ بہشت میں ہیں تو کیا اَب بھی کسی کو زبان درازی کا کوئی حق پہنچتا ہے؟

۳ــــ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں حضرت ماعزؓ کے بارے میں بشارت کی کئی روایات نقل کی ہیں مثلاً: ایک یہ کہ کسی شخص نے اُن کے حق میں "خبیث" کا لفظ استعمال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا۔ ارشاد فرمایا: تم اسے خبیث نہ کہو لهو اطيب عند الله من ريح المسك۔ وہ اللہ کے نزدیک مُشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: اُسے بخش دیا گیا ہے اور بہشت میں داخل کر دیا گیا ہے۔

حضرت جابرؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے: لقد رأيته يتخضخض في انهار الجنة۔ ("میں نے اُسے دیکھا ہے کہ وہ جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے")۔

عہدِ رسالت میں رجم کا دوسرا اہم واقعہ جو پیش آیا، وہ قبیلہ جُہَینہ کی شاخ بنو غامد کی ایک عورت کا ہے۔ اُس سے بھی بدکاری کا جرم سرزد ہو گیا جس کے نتیجے میں وہ حاملہ ہو گئی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی اور اقبالِ جرم کر کے اُس نے حد قائم کرنے کی درخواست کی۔

اَب پہلے تو اس خاتون کی وہ قلمی تصویر ملاحظہ ہو جو اصلاحی صاحب نے کھینچی ہے، پھر کچھ ہماری سُنیے گا۔ اصلاحی صاحب رقمطراز ہیں:

> ۱ــــ "روایات کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ کوئی آزاد قسم کی عورت تھی جس کا نہ کوئی شوہر تھا، نہ سرپرست، جو اس کے کسی معاملہ کی ذمہ داری اُٹھانے کے لئے تیار ہوتا وضعِ حمل کی مُدت اُس نے ایک انصاری کے ہاں گزاری، اُس کے اِقرار سے لے کر سزا کے نفاذ تک

کسی موقع پر بھی اُس کے خاندان یا قبیلہ کا کوئی آدمی مقدمہ کی کارروائی کے سلسلے میں سامنے نہیں آیا۔"

۲ــــــ "اس عہد کی تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں بہت سی ڈیرے والیاں ہوتی تھیں جو پیشہ کراتی تھیں اور اُن کی سرپرستی زیادہ تر یہودی کرتے تھے جو اُن کی آمدنی سے فائدہ اٹھاتے۔ اسلامی حکومت قائم ہو جانے کے بعد اُن لوگوں کا بازار سرد پڑ گیا لیکن اس قسم کے جرائم پیشہ آسانی سے باز نہیں آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی قماش کے کچھ مرد اور بعض عورتیں زیرِزمین یہ پیشہ کرتے رہے اور تنبیہ کے باوجود باز نہیں آئے۔ بالآخر جب وُہ قانون کی گرفت میں آئے تو ..... آپؐ نے اُن کو رجم کرایا۔" (میزان ص : ۱۸۱)۔

ہم اِس عُنوان کو طُول دینا پسند نہیں کرتے لیکن بڑے دُکھ کے ساتھ قارئین کو یہ بتانا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اصلاحی صاحب نے "غامدیہ" کے بارے میں بڑی دروغ گوئی، بہتان تراشی اور بدگوئی سے کام لیا ہے۔ وُہ لکھتے ہیں کہ "یہ ایک آوارہ عورت تھی جس کا کوئی سرپرست نہیں تھا اور مقدمہ کی کارروائی میں اس کے خاندان کا کوئی آدمی سامنے نہیں آیا۔" حالانکہ "صحیح مسلم"، "ابوداؤد شریف"، "جامع ترمذی"، "مُسندِ احمد"، "سنن دارمی"، "دارقطنی"، "منتقی الاخبار"، "بلوغ المرام"، "نیل الاوطار" اور دیگر معتبر کتبِ حدیث اور شروح میں تصریح موجُود ہے کہ جب غامدیہ نے دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر حد قائم کرنے کی درخواست کی تو :

دعا نبی اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ولیها فقال احسن الیها فاذا وضعت فأتنی بها ففعل۔	نبی اکرم صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے اُس کے سرپرست کو بُلایا اور اس سے فرمایا کہ اس سے ٹھیک طرح برتاؤ کرتے رہو۔ جب یہ بچّہ جنے تو اسے میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی کیا

اِمام نَوَویؒ (شارحِ مسلم) اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں :

"آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ٹھیک طرح سے برتاؤ کرنے کا جو حکم فرمایا تھا، اس کے دو سبب ہیں۔ ایک تو یہ کہ رشتہ داروں سے اس بات کا اندیشہ تھا کہ وُہ ازراہِ غیرت اُس کو کوئی نقصان پہنچائیں، تو آپؐ نے اُن لوگوں کو اس سے ڈرانے اور باز رکھنے کے لیے یہ حکم فرمایا۔ دوسرا یہ کہ وُہ توبہ کر چکی تھی اور انسانی طبائع تو ایسی عورت سے نفرت کرتی ہیں۔ باتوں باتوں میں لوگ طعن و تشنیع سے کام لیتے ہیں حضورؐ نے ازراہِ شفقت ٹھیک برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔" (مسلم مع شرح نَوَوی ص ۶۹)

حقیقت تو یہ ہے کہ اصلاحی صاحب کی دروغ گوئی کا پردہ چاک ہو جانے کے بعد مزید کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی تاہم اقتباس ۲ کے بارے میں کچھ عرض کئے دیتے ہیں۔ خاکش بدہن، اصلاحی صاحب نے جو کچھ کہا ہے اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ نہ تو عہدِ نبوت کے عمومی پاکیزہ کردار کے قائل ہیں، نہ حضراتِ صحابہؓ کے بارے میں ادب و احترام کے تقاضوں سے کچھ آشنا ہیں۔ یہ کہنا کتنی بڑی گستاخی ہے کہ عہدِ رسالت کے پاکیزہ ماحول میں بھی چکلوں کا کاروبار چلتا رہا۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ؛

اس بات کا کوئی ثبوت نہ تو ذخیرۂ روایات سے ملتا ہے نہ تاریخِ اسلام سے۔ یہ محض اور محض اصلاحی صاحب کے ذہن کی اختراع ہے۔ دینی کتب میں ایک روایت بھی ایسی نہیں ملتی کہ خیرُالقرون میں فلاں شخص بدچلنی کا عادی مجرم تھا اور تنبیہ کے باوجود وُہ باز نہیں آیا۔ بالآخر اسلامی حد نے اس کا کام تمام کر دیا۔ یہاں تفصیل کی گنجائش تو نہیں ہے، اجمالاً ہم عرض کئے دیتے ہیں کہ عہدِ رسالت میں جو بھی دو چار واقعات رجم کے پیش آئے ہیں وہ اتفاقی جرائم کے نتیجہ میں پیش آئے۔ اسی زیرِ نظر واقعہ کو دیکھیے، غامدیہ کے بارے میں کہیں ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملتا کہ وُہ کوئی عادی، بدچلن اور فاحشہ عورت تھی بلکہ اس کے برعکس اتفاقاً اُس سے جرم سرزد ہو گیا جس کے بعد وُہ انتہائی نادم ہوئی کوئی دُوسرا اسے پکڑ کر نہیں لایا۔ وہ خود ہی طَهِّرْنِي (مجھے پاک کیجئے) کی درخواست لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئی، جیسا کہ قارئین حضرت ماعزؓ کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ ندامت اور خواستگاریٔ عفو کے وُہی جذبات جو اُنہیں کھینچ کر حضورؐ کے دامانِ عفو میں پناہ جوئی کے لئے لے آئے تھے، وُہی پاکیزہ اور معصوم جذبات یہاں بھی کارفرما ہیں۔ یہی تو وجہ ہے کہ غامدیہ پر حد قائم ہو گئی تو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس جنازہ پڑھانے کے لئے آگے بڑھے غیرتِ اسلامی کے پیکر جناب فاروقِ اعظمؓ عرض گزار ہوئے، "حضور! اس نے تو زنا کا اِرتکاب کیا تھا اور آپ اس کی نمازِ جنازہ ادا فرما رہے ہیں؟ رؤف و رحیم پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "وہ تو اس درجہ کی توبہ کر چکی ہے کہ اگر اُسے اہلِ مدینہ میں سے ستّر آدمیوں میں تقسیم کر دیا جائے تو انہیں کافی ہو جائے گی اور اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ وُہ اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنی جان پر کھیل گئی (مسند و ابوداؤد وغیرہ) اور مسندِ احمد میں تو یہاں تک موجود ہے:

لو قسم اجرها بين اهل الحجاز وسعهم۔ (مسند احمد، ص: ۴۳، ج: ۵)	اگر اُس کا ثواب حجاز کے تمام باشندوں میں بانٹ دیا جائے تو وہ سب کو کافی ہو جائے گا۔

ہم نہ تو اس بات کے مدعی ہیں کہ حضرات صحابہ کرام معصوم تھے، نہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُن سے غلطیاں سرزد نہیں ہوئی تھیں۔ ہمارا مدعا صرف اتنا ہے کہ اگر کسی شرعی مصلحت کے پیشِ نظر کسی صحابی کی کسی لغزش کا ذکر کرنا بھی ہو تو مقامِ صحابیت کا اَدب ہر حال میں ملحوظ رہے۔ روایتِ حدیث پوری پوری بیان کی جائے اور اَحادیث میں جرم کے ساتھ اس کی معافی یا توبہ کے متعلق جو کچھ منقول ہو، اُس کو بھی لازماً ذکر کر دیا جائے تاکہ حضرات صحابہ کے بارے میں قارئین یا سامعین کا عمومی تأثر مجروح نہ ہو۔ کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اگر سوءِ ظن یا بے اعتمادی پیدا ہو ہو جائے تو خود دینی ماخذ سے بے اعتمادی پیدا ہو جانے کا سخت اندیشہ ہے۔

آخر میں ہم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان نقل کر کے اپنی گزارشات کو ختم کرتے ہیں:

لَا تنظروا فِی ذنوب الناس کانکم ارباب وانظروا فی ذنوبکم کانکم عبید۔	تم لوگوں کے گناہوں کو اس طرح نہ دیکھو کہ گویا تم اُن کے آقا ہو اور وہ تمہارے غلام ہیں۔ اور اپنے گناہوں کو اس انداز سے دیکھو کہ تم غلام ہو (اور اپنے آقا کے سامنے جوابدِہ)۔

★

نئی مطبوعات

مرزائیت کے قلعہ کو مسمار کرنے کیلئے عظیم ہتھیار

- عقیدۂ ختمِ نبوت علم و عقل کی روشنی میں -/۱۸ روپے
  مولانا محمد اسحٰق صدیقی
- اسلام اور مرزائیت مولانا محمد عبداللہ -/۱۲ روپے

لہ دعوت الحق " = -/۲۵ روپے

بطلِ حریت امیر شریعت = -/۱۰ "
سید عطاء اللہ شاہ بخاری

عبدالغنی فاروق = -/۵ "

ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم - مہربان کالونی - ملتان - فون ۲۸۱۳ ۷

مولانا محمد عبدالحق چوہان
گلشن معاویہ رحیم یار خان

حضرۃ مسیح علیہ السّلام کا یومِ ولادۃ

عیسائیت کے پیرو کاروں کے نزدیک ۲۵ دسمبر کا یوم ایک خاص تقدس اور اہمیت کا حامل ہے اس لئے کہ ان کے عقیدۃ فاسدہ کے مطابق یہ تاریخ یسوع مسیح کی پیدائش اور ولادۃ کا دن ہے۔ اسی مناسبت سے ہر سال یہ دن ایک خاص شان و شوکت سے منایا جاتا ہے۔ اور اسی دن میلاد مسیح کے جلوس بھی نکالے جاتے ہیں۔ اور مسیحی عبادۃ گاہوں میں خصوصی تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ مسیحی روایات کے مطابق حضرۃ عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السّلام کے بعد تین صدیوں تک مختلف مقامات پر مختلف دنوں کو عید میلاد مسیح منائی جاتی رہی۔ ۲۵ دسمبر کے علاوہ ۶ جنوری۔ اور ۲۵ مارچ کو بھی یہ تقریب منعقد ہوتی رہی۔ لیکن بعد میں عیسائیوں نے ۲۵ دسمبر کو اس تقریب کے لئے مختص کر دیا۔ یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ عیسائی تعلیمات میں کذب و افترا اور تحریف کی آمیزش اس کثرت سے کی گئی ہے کہ جس کے باعث صدق و حقیقت کے جوھر مراد کو کذب و افترا کے سنگریزوں سے ممیز و جدا کرنا ہی ناممکن ہو گیا ہے۔ قرآن مجید میں عیسائی راہبوں کی جن تحریفات کا خصوصیۃ کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان میں مشرکانہ عقائد کے بیان کو ایک خاص اہمیّۃ حاصل ہے۔ مسیحیّت میں ان مشرکانہ عقائد کی درآمدگی یہود کی زیر زمین منافقانہ سازش کا نتیجہ ہے ابنیۃ مسیح۔ کفارہ اور صلیب جیسے غیر معقول عقائد پولوس یہودی کے سازشی ذہن کے اختراع کا نتیجہ ہیں۔ یہی وہ پولوس یہودی ہے جس نے عیسائیت سے اپنے جذبۂ انتقام کی تسکین کے تحت مسیحیّت میں تفرق و تشتّت کی بنیاد رکھی اور اس کی تحریفی تعلیم کے باعث مسیحیت میں بے شمار فرقے پیدا ہوتے۔ کتب عقائد کے صفحات میں اس یہودی کی داستانِ نفاق و انتقام کچھ اس انداز میں تحریر ہے۔

وکان فی الیھود رجلٌ اسمہ بولس قتل منھم مقتلۃ عظیمۃ ثم قال للیھود ان کان قوم عیسیٰ علی الحق ونحن قد کفرنا بھم۔ یکون علینا غبن عظیم فانھم یدخلون الجنۃ ونحن ندخل النار۔ ولکنی احتال	یہود میں پولوس نامی ایک شخص تھا۔ جس نے نصاریٰ کے ساتھ ایک عظیم جنگ سرانجام دی۔ اس کے بعد اس نے یہود سے کہا عیسائی لوگ اگر حق پر ہیں اور ہم نے ان کی شریعۃ سے انکار کیا ہے۔ یہ عمل ہمارے لئے بہت بڑے خسارے کا باعث ہے کیونکہ وہ جنت میں داخل ہوں گے اور ہم جہنم میں

حيلة حتیٰ افسد عليهم دينهم وكان له فرس اسمه "عقاب" وكان يقاتل عليه فقام وعقر ذالك الفرس واظهر الندم علیٰ ما كان منه ونثر التراب علیٰ رأسه ثم جاء الى النصاریٰ متندمًا بظاهره فقالوا له من انت؟ فقال انا بولس كنت اشد عدوٍّ لكم. ولكنی سمعتُ من السماء نداء ان توبتك لا تقبل الا ان تتنصر الآن تبت ورجعت الی دينكم فاكرموه وادخلوه كنيستهم فلازم بيتًا من بيوتها لم يخرج منه ليلًا و و لا نهارًا حتی تعلم الانجيل ثم خرج وقال سمعت من السماء ان توبتك قد قبلت وان صدقك قد عرفت وانك فداجبت و قبلت. ثم خرج الى بيت المقدس واستخلف رجلًا من نسطور وعلّمه ان عيسیٰ و مريم

ہیں ایک حیلہ سازی کرتا ہوں تاکہ ان کے دین میں بگاڑ پیدا کر دوں۔ اس یہودی کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام "عقاب" تھا اور یہ شخص اسی عقاب پر سوار ہو کر قتال کرتا تھا۔ (یہ اپنی سازش کی تکمیل کے لئے) اٹھا اور اپنے گھوڑے کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ اور بظاہر اپنے عمل پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے سر پر خاک ڈالی۔ اس کے بعد (منافقانہ طور پر) اپنی ندامت کا اظہار کرتے ہوئے نصاریٰ کے پاس آیا۔ نصاریٰ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا میں تمہارا سخت ترین دشمن پولوس ہوں۔ پھر اس نے کہا میں نے آسمان سے ایک آواز سنی ہے جس میں مجھے کہا گیا ہے۔ کہ تیری توبہ اس وقت تک قبول نہ ہو گی جب تک تو نصرانیت اختیار نہ کرے گا۔ اس وقت میں اپنے سابقہ اعمال سے توبہ کرتا ہوں اور تمہارا دین اختیار کرتا ہوں عیسائیوں نے اس کی تکریم کی اور اپنے کنیسہ یعنی معبد میں اس کو داخل کر لیا۔ یہ شخص عیسائیوں کی عبادۃ گاہ کے حجرے میں ایسا مقیم ہو گیا کہ رات کو اس سے نکلتا تھا۔ اور نہ ہی دن کو۔ حتیٰ کہ انجیل کی تعلیم حاصل کر لی۔ اس کے بعد وہ باہر نکلا اور کہا آسمان سے

والاله كانوا ثلاثة۔ ثم خرج الى الروم وعلمهم اللاهوت والناسوت۔ وقال لهم ان عيسى لم يكن ناسا ثم صار ناسا ولم يكن جسما ثم صار جسما وكان ابن الله وعلم يعقوب هذا القول۔ ثم دعا رجلا كان اسمه ملكاء وقال له ان الاله الذى لم يزل ولا يزال هو عيسى۔ ثم دعا كل واحد من هؤلاء الثلاثة وقال له انت صاحبى خالصا فانى اريد ان افضى اليك سرا ينبغى ان لا تترك نحلتك هذه وتدعو الخلق اليها۔ فقد رأيت عيسى عليه السلام البارحة فى المنام وكان راضيا عنى فينبغى ان لا ترجع من نحلتك بحال۔ فانى اريد ان اتقرب الى الله تعالى بقربان رضاه عنى اذبح نفسى قربانا۔ ثم قام ودخل المذبح وذبح نفسه فلما كان اليوم الثالث من وفاته قام كل واحد من اولئك

میں نے یہ آواز سنی ہے کہ تیری توبہ قبول ہو چکی ہے اور تیرا اخلاص معلوم ہوگیا ہے اب تو ہمارا محبوب و مقبول ہے۔ اس کے بعد یہ بیت المقدس کی طرف گیا اور ایک شخص کو اپنا نائب مقرر کر کے اس کو یہ تعلیم دی کہ عیسٰی۔ مریم۔ اور خدا تین اقنوم ہیں۔ اس کے بعد رومیوں کی طرف گیا وہاں لاہوت اور ناسوت کی تعلیم دی۔ کہ عیسٰی پہلے انسان نہیں تھے بعد میں وہ انسان ہوئے اور پہلے جسم نہیں تھے بعد میں انہوں نے جسمانیت اختیار کی۔ اور عیسٰی اللہ کے بیٹے ہیں۔ اور یعقوب نامی ایک شخص کو یہ تعلیم دی۔ اس کے بعد ایک اور شخص کو بلایا جس کا نام ملکا تھا۔ اس کو تعلیم دی ہمیشہ رہنے والا خدا خود ہی عیسٰی ہے۔ اس کے بعد اس نے ان تینوں کو (علیحدہ علیحدہ) بلایا اور ہر ایک کو کہا کہ تو میرا مخلص ساتھی ہے۔ اور میں نے تجھے جو راز بتایا ہے اس کو نہ چھوڑنا اور مخلوق کو اسی عقیدہ کی طرف دعوۃ دینا۔ پھر کہا اور کل رات میں نے عیسٰی علیہ السلام کو نیند میں دیکھا ہے۔ اور انہوں نے مجھے فرمایا کہ میں تجھ سے راضی ہوں۔ اس لئے تمہیں چاہئے کہ اس عقیدہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ اس منصوبہ کی تکمیل کے بعد اس نے کہا میں اپنی قربانی دے کر اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے

التلاثة ودعا الناس الى نحلته و تبع كل واحد منهم جماعة من الناس وكانوا يتقاتلون فيما بينهم و بقى بينهم ذالك الخلاف. (التبصير فى الدين وتمييز الفرقة الناجية عن الفرق الهالكين ص۱۳۴)

(للامام ابى المظفر الاسفرينى المتوفى سنہ ۴۷۱ھ)

بعدہ وہ مذبح میں داخل ہوا۔ اور خودکشی کر لی۔ اس کی موت کے تیسرے دن بعد اس کے تلامذہ نے مخلوق کو اپنے اپنے عقیدہ کی دعوۃ دینی شروع کی اور ہر ایک شاگرد کی ایک جماعۃ بن گئی۔ (اس کا لازمی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ ہر شخص اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا اور دوسرے کو باطل قرار دیتا) اس اختلافِ عقیدہ کے باعث ان کے درمیان لڑائی شروع ہو گئی، اور یہ لڑائی ہمیشہ رہی۔

حقیقی دینِ مسیح اور پولوس کی تحریف کردہ مسیحیت کی صفتِ تضاد بیان کرتے ہوئے نصرانی مفکر ڈبلو ریڈ کہتا ہے۔

پولوس اور مسیح دونوں کو بیک وقت قبول نہیں کیا جا سکتا۔
اگر رہنما پولوس ہے تو مسیح نہیں۔ اگر مسیح ہیں تو پولوس نہیں

اسی طرح ۲۵ دسمبر کو مسیح کا یومِ ولادۃ قرار دینا بھی ایک مشرکانہ سازش کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ ۲۵ دسمبر قدیم بت پرستوں کا ایک مقدس دن تھا۔ یہ لوگ سورج دیوتا کے پجاری تھے۔ چنانچہ جب ان کا دیوتا یعنی سورج جسے یہ لوگ مصدر وجود اور چشمۂ حیات تصوّر کرتے تھے۔ زمانۂ انقلابِ سرمائی کو ختم کر لیتا تھا تو اس کے اگلے دن وہ عید مناتے تھے۔ اور اسے اپنے دیوتا کا یومِ ولادۃ تصوّر کرتے تھے خصوصی تقریبات کا اہتمام کرتے تھے اسی عقیدہ ولادۃ شمس کو عیسائیوں نے عقیدۂ ولادۃ مسیح میں تبدیل کر لیا ہے اور بت پرستوں کے قدیم دستور کے مطابق ۲۵ دسمبر کو یومِ عید قرار دیا۔

حکیم محمود احمد ظفر ــــ سیالکوٹ

ضرورت نبوت

جب نبی کی تعریف سے پتہ چل گیا کہ ہماری روحانی زندگی کی جملہ ضروریات فراہم کرنے والا نبی ہوتا ہے تو اس سے نبوت کی ضرورت کا بھی پتہ چل گیا۔ کیونکہ جس طرح دنیا میں لاتعداد جسمانی امراض ہیں۔ کچھ قلب و جگر سے تعلق رکھتے ہیں تو کچھ طحال و معدہ سے۔ اسی طرح اس دنیا کا قریباً ہر انسان روحانی طور پر مختلف قسم کے امراض میں مبتلا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ بخار اور امراض قلب و جگر کی اس قدر کثرت نہیں۔ جس قدر روحانی علل و امراض، زنا کاری، چوری، کینہ و حسد، خیانت و بد دیانتی، ظلم و تعدی، عجب و تکبر وغیرہ کی کثرت ہے تو پھر بھی کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔

پھر جس طرح جسمانی امراض بخار، طاعون، تپ دق، تپ محرقہ اور اسہال وغیرہ کے ازالہ کے لئے ڈاکٹر اور طبیب کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور کوئی آدمی اس ضرورت کا انکار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بغض و کینہ، ظلم و تعدی، کذب و بد دیانتی اور چوری اور زنا کاری کے ازالہ کیلئے بھی ایسے روحانی حکما کی اشد ضرورت ہے جو مرض کی اچھے طریقے سے تشخیص کر کے اس کا صحیح علاج تجویز کریں اور روحانی مریض اس نسخہ کو استعمال کر کے اس سے شفایاب ہوں۔

حق تعالیٰ نے جہاں ہمارے جسموں کی صحت کے لئے مختلف جڑی بوٹیاں پیدا فرمائیں ہیں جن کو استعمال کر کے ہم شفا حاصل کرتے ہیں۔ کوئی مریض بغیر طبیب کے بتائے ہوئے کوئی دوا استعمال نہیں کرتا بلکہ اگر کوئی زیادہ عقل کا دعویٰ کر کے طبیب کی مرضی کے خلاف کسی دوا کا استعمال کر کے اپنا علاج کرنا چاہے۔ یا ان لوگوں سے اپنا علاج کروائے جو اس بات کی اہلیت نہیں رکھتے تو بجائے فائدہ کے اُلٹا نقصان ہوگا۔

پھر جب کوئی روحانی مریض اس روحانی طبیب (نبی) کی تشخیص کے مطابق تجویز کردہ نسخہ کو آزمائے گا تو اس کے جملہ روحانی امراض کا ازالہ ہو کر وہ روحانی اخلاق اس کے اندر پیدا ہو جائیں گے جن کو انسانی زندگی کی معنویت کہا جاتا ہے۔ بلکہ آج دنیا میں جہاں کہیں بھی یہ انسانی اخلاق نظر آتا ہے۔ یہ سب نتیجہ ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے علمی نکات، فکری استدلال، وجدانی کیفیات

اور عملی واردات کا جو انہوں نے اپنی کامل اور اکمل حیات طیبہ میں وقت کی شاہراہوں پر چھوڑی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے انہی نقوش پا پر چل کر آج مختلف روحانی بیماریوں کے مریض دنیا میں اپنی منزل تلاش کر رہے ہیں۔ کتنا صحیح فرمایا علامہ سید سلیمان ندوی قدس سرہ نے کہ:۔

"آج جہاں بھی عدل و میزان کا وجود ہے وہ کسی یونانی حکیم یا یورپین فلاسفر کی تعلیم و تصنیف اور تقریر و خطبہ کا اثر نہیں ہے بلکہ طبقہ انبیاء ہی کی بلا واسطہ یا بالواسطہ تعلیمات کا نتیجہ ہے۔ آج دنیا کے گوشے گوشے میں کیسے ہی بدترین مبلغ سہی، مگر نیکی عدل، احسان، ہمدردی، نیکوکاری حسن اخلاق کی تعلیم و تبلیغ اور دعوت الٰہی کی زبانوں سے ہو رہی ہے۔ جو اصولوں کے پیرو اور پیغمبروں کے تابع ہیں۔ جو عقیدہ کے ملحد ہیں ان کی بھی نیکوکاری انہی پیغمبروں کے نادانستہ فیضان تعلیم کا نتیجہ ہے۔ اس بناء پر جو لوگ ذہنی طور پر پیغمبروں کے منکر ہیں وہ عملی طور پر ان کی تعلیم کے قائل اور معترف ہیں۔

(سیرت النبیؐ جلد ۴ صہ ۲۰۶)

اس کے ساتھ ساتھ یہ چیز بھی ذہن میں رہے کہ جسمانی مریض اگر اپنی کھوئی ہوئی صحت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ طبیب یا ڈاکٹر جس دوا یا غذا کے مضر صحت ہونے کے متعلق بتائے اس کو بے چون و چرا مان لے "کیوں"، اور "کیسے" کی تکرار اپنی جہالت کو آشکارا کرنا اور اپنی صحت سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ اس دوا یا غذا کی کیفیات سے وہ آشنا ہو یا نہ ہو وہ اس کو استعمال کرتا رہے۔ اسی طرح ان مریضوں کے لئے جو اپنی روحانی صحت سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں، اپنے روحانی اطباء (انبیاء علیہم السلام) کے ہر حکم کو بے چون و چرا تسلیم کرنا ضروری ہے۔ ان کے حضور سوال و جواب کی تکرار بعض دفعہ ابدی موت پر منتج ہوتی ہے۔

اس شئے کو امام غزالی قدس سرہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے :۔

"مجھے تقریباً دس سال کی خلوت اور عزلت کے بعد ذوق و وجدان، دلیل و برہان اور حلاوت ایمان سے اس بات کا انکشاف ہوا کہ انسان کی تخلیق بدن اور قلب

سے مرکب ہے۔ قلب سے مراد وہ حقیقت روحانیہ ہے جو حق تعالیٰ کی معرفت کا محل ہے نہ کہ وہ گوشت اور خون کا لوتھڑا جس میں مردے اور بہائم بھی آدمی کے ساتھ شریک ہیں۔ پھر جس طرح بدن کے لئے صحت اور بیماری ہے جس میں یہ بھی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح قلب کے لئے بھی صحت اور سلامتی ہے اور نجات اسی کو حاصل ہوگی جو حق تعالیٰ کے حضور میں قلب سلیم لے کر حاضر ہوگا۔ پھر جس طرح قلب کے لئے صحت ہے اور اسی طرح مرض بھی لاحق ہو جاتا ہے جس میں اس کے لئے اخروی ابدی ہلاکت مضمر ہوتی ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ فِی قُلُوبِہِم مَّرَضٌ (ان کے قلوب میں بیماری ہے) حق تعالیٰ سے جہالت اور ناآشنائی زہر قاتل ہے اور خواہشات اور ہوائے نفسانی کی اتباع سے حق تعالیٰ کی معصیت و نافرمانی قلبی بیماری ہے۔ حق تعالیٰ کی معرفت جہالت کے زہر قاتل کے لئے تریاق ہے اور ہوائے نفسانی کی مخالفت کرتے ہوئے اللہ جل شانہ کی اطاعت قلبی بیماریوں کی دوائے شافی ہے۔ اور امراض قلبیہ کا ازالہ اور گم شدہ صحت کا حصول ان ادویہ ہی سے ہے۔ جیسا کہ جسمانی امراض کا ازالہ اور حصول صحت ادویہ پر منحصر ہے۔ پھر جس طرح جسمانی ادویہ کا حصول صحت میں مؤثر ہونا عقلاء کی عقل سے معلوم نہیں ہو سکتا بلکہ اس میں اطباء کی پیروی اور تقلید ضروری ہے جنہوں نے اس چیز کو انبیاء علیہم السلام سے حاصل کیا اور انبیاء نے ان کے خواص اپنے نور نبوت سے معلوم کیئے۔ اسی طرح عبادات کی ادویہ کے خواص اور ان کا خاص حد اور خاص تعداد میں امراض قلبیہ کے لئے مفید صحت ہونا اس کی وجہ بھی عقل سے معلوم نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے بھی انبیاء علیہم السلام کی اتباع اور پیروی ضروری ہے جنہوں نے عقل سے نہیں بلکہ نور نبوت سے ان اشیاء کے خواص معلوم کیئے ہیں۔ پھر جس طرح ادویات کا مختلف النوع، مختلف المقدار، اور مختلف الاوزان ہونا حکمت سے خالی نہیں اسی طرح عبادات کا جو کہ امراض قلبیہ کی ادویات ہیں مختلف النوع اور مختلف المقدار سے مرکب ہونا خالی از حکمت نہیں جیسے سجود کا رکوع سے دو چند ہونا اور صبح کی نماز کا عصر کی نماز سے نصف ہونا، اس کا علم صرف نور نبوت ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اور جو شخص ان چیزوں کے اسرار و حکم عقل سے مستنبط کرنا چاہتا ہے یا ان کو محض اتفاقی اور خالی از حکمت سمجھتا ہے وہ بے وقوفی اور جہالت کے قعر مذلت میں گرا ہوا ہے۔ اور جس طرح ادویہ کے کچھ اصول و ارکان اور کچھ مکملات ہیں جو اپنی جگہ الگ

الگ خاصیت کے حامل ہیں۔ اسی طرح سنن و نوافل ارکان عبادات کے مکملات ہیں مختصر یہ کہ باطنی اور روحانی امراض کے طبیب حاذق انبیاء علیہم السلام ہیں

(المنقذ من الضلال ص ۶۰، ۶۱)

ضرورت نبوت کو ایک اور انداز سے بھی سمجھنے کی کوشش فرمایئے۔ یہ تو ہر شخص جانتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی خالق ہے اور وہ خالق بہت سی صفات کا مالک ہے۔ مادے اور قوت کا یہ کارخانہ ببانگ دہل کہہ رہا ہے کہ اس کے بنانیوالا کلی اختیار و ارادہ کا مالک ہے۔ وہ علیم و خبیر اور سمیع و بصیر ہے۔ وہ حکیم اور دانا ہے۔ وہ رحیم و کریم ہے۔ وہ بے نیاز اور غیر محتاج ہے۔ وہ قائم و دائم ہے اور وہ واحد و یکتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس خالق و مالک کا رشتہ انسان سے کس نوعیت کا ہے؟ آیا اس کے کچھ مطالبات انسان سے ہیں؟ آیا وہ کوئی ذمہ داری اس پر ڈالتا ہے؟ آیا وہ کسی امر میں اس سے اطاعت و تسلیم چاہتا ہے؟ آیا وہ اسے کوئی ضابطہ و قانون دیتا ہے؟ آیا وہ اس سے کوئی حکم منوانا چاہتا ہے اور کسی شے سے اسے روکتا ہے؟ آیا وہ کسی بات سے خوش یا ناخوش ہوتا ہے؟ اس کی پسند و ناپسند کیا ہے؟

ان سوالات کے جوابات دینے کے لئے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ خدا خود زمین پر اتر آئے اور وہ خود ایک ایک فرد انسانی کے پیچھے اپنی دعوت لئے دوڑتا پھرے۔ بلکہ انسانی ہدایت کے لئے اس نے انسانوں ہی سے راہنما اٹھائے اور انسانی نظام تہذیب و تمدن کو صالح بنیادوں پر استوار کرانے کے لئے انہی میں سے معمار کھڑے کئے۔ اصل میں آدمی کی فطرت اور اس کی ساخت ایسی نہیں ہے کہ حقیقت مطلق کا ادراک براہ راست کر سکے۔ اس کے حواس اطلاق کی فضاؤں میں بالکل جواب دے دیتے ہیں۔ وہ کسی پیغام کو جبھی اخذ کر سکتا ہے کہ وہ تعینات و تحریرات کے سانچوں میں ڈھال کر اس کے سامنے لایا جائے۔ یہی نہیں فطرت کے تقاضے اس طرح پورے نہیں ہو سکتے کہ فرشتے اس کے سامنے دعوت کا علم اٹھائیں اور اس کی قیادت کا فرض سرانجام دیں۔ اس کا محدود دماغ اپنی فکر کے چراغ براہ راست انوار الٰہی سے کبھی روشن نہیں کر سکا بلکہ وہ ایمان و عقیدہ کے دیئے صرف اس شعلۂ حقیقت سے جلا سکا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے انسانی دماغوں ہی کے اندر فروزاں کیا ہے۔

(باقی آئندہ)

مولانا محمد عبدالحق چوہان

تلخ و شیریں

۲

اما علی رضی اللہ عنہ
فکان یری ان بیعتہ قد تمت
ولزمت من تأخر عنها
باجتماع من اجتمع علیها بالمدینة
دار النبی صلی اللہ علیہ وسلم
وموطن الصحابة وارجاء الامر
فی القصاص من قتلة عثمان
الی اجتماع الناس واتفاق
الکلمة فیتمکن حینئذ مما یجب ان
یفعل وبذالک عد من لم یبایعہ
خارجاً علیہ یحل لہ قتالہ
فخرج فعسکر بالنخیلة
وقدم علیہ ابن عباس
من البصرة واستخلف
علیها زیاداً ثم قدم
طلائعہ وعبی
جیوشہ قاصداً
محاربة اهل
الشام لاجبارهم
علی الدخول فیما

حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کی یہ رائے تھی کہ انکی بیعۃ تمام ہو چکی ہے اور جو لوگ اس بیعۃ میں شامل نہیں ہوئے ان پر بھی یہ بیعۃ لازم ہو چکی ہے اس لئے کہ اہل مدینہ نے اس بیعۃ پر اجماع کر لیا ہے، مدینہ منورہ صحابہ کا وطن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ہجرۃ ہے اور قاتلین عثمان سے اخذ قصاص میں اس وقت تک تاخیر کی جائے جبتک کہ مسلمانوں کا اتفاق نہ ہو جائے اتفاق کے بعد اس فرض کی سر انجام دہی ممکن ہے، اسی رائے کی بنا پر حضرۃ علی رضی اللہ عنہ ان لوگوں سے قتال کرنا جائز سمجھتے تھے جن لوگوں نے انکی بیعت سے تخلف اختیار کیا تھا پس آپ کوفہ سے نکل کر مقام نخیلہ میں لشکر کی تیاری کے لئے فروکش ہو گئے اور حضرۃ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ میں زیاد کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے یہاں پہنچ گئے، اس کے بعد آپ نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے مقدمۃ الجیش کو روانہ کیا اور لشکر کی ترتیب میں مصروف ہو گئے، آپکا ارادہ اہل شام کے ساتھ قتال کرنے کا تھا تاکہ اہل شام کو اس

دخل فیہ الناس	بیعت میں داخل ہونے پر مجبور کیا جائے جس بیعت
ولما لم علم بذا لك	میں باقی لوگ داخل ہو چکے ہیں، جب حضرۃ
معاویۃ سار الیہ فی	معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کے
جیوش الشام۔	اس اقدام کا علم ہوا تو آپ بھی اہل شام
(اتمام الوفاء ص۲۲۷)	کا لشکر لے کر روانہ ہو گئے۔

اور "الطبقات الکبری" میں علامہ ابن سعد رقمطراز ہیں:

ثم خرج یرید معاویۃ	اس کے بعد حضرۃ علی رضی اللہ عنہ نکلے آپکا
بن ابی سفیان ومن معہ	ارادہ حضرۃ معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے
بالشام فبلغ ذالک معاویۃ	ساتھ جو شامی لوگ ان کی طرف تھا اور
فخرج فیمن معہ من اہل	جب حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس اقدام کا
الشام (ص۳۲، ج۳)	علم ہوا تو وہ بھی شامی لوگوں کو لے کر نکل آئے

ان روایات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ معرکہ صفین میں ابتدائی اقدام حضرۃ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اقدام مدافعانہ تھا۔ اور ان روایات سے مودودی کی یہ کذب بیانی، "دوسرے یہ کہ معزول کئے جانے پر تلوار اُٹھالے"۔ بھی واضح ہو گئی کیونکہ یہ بات تب ہی صحیح ہو سکتی ہے جبکہ ابتدائی اقدام حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہوتا۔ ان صریح الزامات اور بہتان تراشی سے مودودی کے سینہ باکینہ کی آتش بغض وعداوۃ کی تسکین نہیں ہوئی اور اس کے قلم افتراء رقم سے ایک ایسا تنقیدی جملہ تحریر ہو گیا ہے کہ جس کا ہدف صرف حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات نہیں بلکہ حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ذواتِ مقدسہ کو بھی مجروح کرنے کی ناتمام کوشش کی گئی ہے حسد وعداوۃ کی آگ میں جل کر آپ تحریر کرتے ہیں:

"گورنری کوئی موروثی جاگیر نہیں ہے اور بیس بائیس برس تک حضرۃ معاویہ کا گورنر رہنا بھی درست نہیں تھا۔"

مودودی کے اس جملہ سے بغض وعداوۃ کی آگ کے شعلے بھڑک رہے ہیں اور آپ اس حد تک مغلوب الغضب معلوم ہوتے ہیں کہ شاید حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی کسی ذاتی جائیداد وجاگیر کو غصب کر کے اس پر ناجائز قبضہ کر لیا ہو ——————

حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ خلافۃ صدیقی ہی کے دَور میں اپنے برادرِ بزرگ سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے زیرِ قیادۃ جہادِ شام میں مصروف العمل تھے ۔ جب خلافۃ فاروقی میں ۱۸ھ کو طاعون عمواس میں کثرۃ سے اموات واقع ہوئیں اور بہت ہی جلیل القدر صحابی لقمۂ اجل بن گئے ۔ اور حضرۃ یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بھی اسی وبائی مرض میں فوت ہوگئے ۔ چونکہ یہ حضرۃ امیرِ دمشق تھے ان کی وفاۃ کے بعد انہی کے استخلاف سے حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ امارۃ دمشق پر فائز ہوئے اور حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسکی توثیق کر دی ۔ شیخ کمال الدین الدمیری صاحب حیاۃ الحیوان حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کا اجمالی تعارف کراتے ہوئے آپ کی امارۃ اور حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کی توثیق بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں :

اسلم قبل ابیہ ابی	یہ (حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ) اپنے والد ابی
سفیان وصحب رسول اللہ	سفیان رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے
صلی اللہ علیہ وسلم وکتب	اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبۃ کا شرف انہیں
لہ وکان فی عسکر اخیہ	حاصل تھا اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
یزید بن ابی سفیان	کے لئے کتابۃ کی خدمۃ سرانجام دی اور یہ اپنے
وکان عاملہ لعمر	بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے لشکر
رضی اللہ عنہ استعملہ علی	میں تھے اور حضرۃ یزید سیدنا عمر رضی اللہ عنہ
امرۃ دمشق فلما احتضر	کی طرف سے دمشق کے حاکم تھے جب انکی وفاۃ
استخلف اخاہ علیہا	کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرۃ معاویہ کو
فاقرہ عمر رضی اللہ عنہ	اپنا قائم مقام مقرر کیا اور سیدنا عمر نے ۲۰ھ
علی ذالک فی سنۃ	میں اس استخلاف کی توثیق کرتے ہوئے آپ
عشرین فلم یزل متولیا علی الشام	کو امارۃ دمشق پر برقرار رکھا اور یہ مسلسل بیس
عشرین سنۃ (حیاۃ الحیوان ص۸۵ ج۱)	سال تک امارۃ شام پر متمکن رہے

اور حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافۃ میں اُردن کا علاقہ حضرۃ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ امارۃ تھا ۔ حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے حضرۃ شرحبیل کو معزول کرکے یہ امارۃ بھی حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی ۔ حضرۃ شرحبیل رضی اللہ عنہ چونکہ جلیل القدر صحابی تھے اس معزولی پر بعض لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا

توحضرۃ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے شرجیل کو کسی بد دیانتی یا خیانت کے باعث معزول نہیں کیا بلکہ اس لئے کہ اس علاقہ کی امارۃ اس شخص کے سپرد ہو جو کہ سیاسی امور کے اعتبار سے ان سے زیادہ قوی ہو۔

وعزل شرحبیل عن	حضرۃ عمر نے حضرۃ شرجیل کو اردن سے
الاردن وقال للناس	معزول کیا اور لوگوں سے کہا کہ میں نے ان کو
انی لم اعزله عن ریبة	کسی شک و شبہ کی بناء پر معزول نہیں کیا لیکن
ولکن ارید اجلا اقوی من	میں چاہتا ہوں کہ اس علاقہ کی امارۃ کے لئے
رجل (اتمام الوفاء ص۱۲۸)	ان سے زیادہ مضبوط امیر ہو۔

حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کی شہادۃ کے بعد حضرۃ عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافۃ میں بھی حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ بدستور اسی امارۃ پر فائز رہے بلکہ خلافتِ عثمانی میں پورا صوبۂ شام ان کے زیرِ اقتدار تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کا صوبۂ شام پر اتنی مدۃ تک گورنر رہنا مودودی کے بقول اگر درست نہیں تھا تو اس میں حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کا کیا قصور ہے ؟ اس غلطی کا ارتکاب تو ان لوگوں نے کیا جنہوں نے حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس علاقہ کی امارۃ سپرد کی، یہ ہے بغضِ معاویہ کا ثمرۂ بد کہ ایک ہی جملہ میں خلفاء راشدین کے اس عمل کی تغلیط کردی جو کہ سیاسی اعتبار سے حکمتِ بالغہ پر مبنی تھا۔

اس کے بعد حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق فیصلہ کن انداز میں تحریر ہے کہ :

"لہذا کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حق حضرۃ معاویہ کے ساتھ تھا۔"

حضرۃ معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق مودودی کا یہ فیصلہ انتہائی ضلالۃ و گمراہی پر مبنی ہے اور مودودی کی دینی بے بصیرتی پر واضح دلیل ہے، مشاجراتِ صحابہ کے متعلق اہل سنۃ کا مسلک اعتدال یہ ہے کہ کسی صحابی کے متعلق ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ صاحبِ حق پر نہیں تھے کیونکہ ان کے اختلافات کی مدار اجتہاد پر تھی، اور مجتہد کا اجتہاد اگر خطا پر ہو تب بھی وہ معذور رہے اور اس کو باطل پر نہیں کہا جا سکتا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا مرتبہ و منصب کہیں بلند و ارفع ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے :

عن عمر بن الخطاب	حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی
رضی اللہ عنہ قال سمعت	کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	نے اپنے رب سے اپنے بعد صحابہ کے اختلاف کے

یقول سئلت ربی عن	متعلق سوال کیا، اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی
اختلاف اصحابی من بعدی	نازل کی اور فرمایا کہ اے محمدؐ! تیرے صحابہ میرے
فاوحٰی إلیّ یا محمد ان	نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں بعض
اصحابک عندی بمنزلۃ النجوم فی	ستارے روشنی کے لحاظ سے بعض دوسرے ستاروں
السماء بعضها اقوی من	سے قوی ہیں لیکن نور ہر ایک میں موجود ہے
بعض ولکل نور فمن	جو شخص بھی ان کے اختلافی امور میں جسکی اقتدار
اخذ بشئ مما هو علیه	کرے گا وہ شخص میرے نزدیک ہدایۃ پر ہے
من اختلافهم فهو عندی علی	حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ
هدی ۔ قال وقال رسول الله	علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ ستاروں کی مانند
صلی الله علیه وسلم اصحابی کالنجوم	ہیں تم ان میں سے جس کی اقتدا بھی کرو گے
فبایهم اقتدیتم اهتدیتم (مشکوٰۃ المصابیح ص۵۵۲ باب مناقب الصحابہ الفصل الثالث)	ہدایۃ پاؤ گے ۔

یہ حدیث اس بات پر نص صریح ہے کہ اختلافی امور میں کسی صحابی کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ باطل پر ہے اور ان مشاجرات میں ہر صحابی نور ہدایت ہے ——

حرفِ آخر

مَنِ ارْتَدَّ فَاقْتُلُوْهُ

جو مرتد ہو جائے اُسے قتل کردو!

ارشادِ رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم

مطالبہ

مُرتد کی شرعی سزا نافذ کرو

(تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت پاکستان)

جناب محمد حسن چغتائی مدظلہ
امیر عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

جناب ملک عبدالغفور انوری رحمۃ اللہ علیہ

امیر مرکزیہ محترم جناب محمد حسن چغتائی مدظلہ نے جناب ملک عبدالغفور انوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر مضمون تحریر فرمایا۔ گزشتہ شمارہ میں غلطی سے ایک پیراگراف طبع ہونے سے رہ گیا ذیل میں ہم معذرت کے ساتھ مضمون کا مکمل متن دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔

(ادارہ)

جی حضوریوں کی بستی میں ایثار و وفا کا مجسمہ پیکر

آج کے اخبار میں مجلس احرار اسلام کے سابق امیر رفیق مکرم الحاج ملک عبدالغفور انوری مرحوم و مغفور کے اچانک سانحۂ ارتحال کی خبر نظر سے گزری تو دل مسوس ہو کر رہ گیا کہ اگر کوئی بروقت اطلاع مل جاتی تو کم از کم جنازہ اور تدفین میں شمولیت کا موقع میسر آجاتا اور زبان پر، انا للہ وانا الیہ راجعون ہ کا حزنیہ جاری ہو گیا۔

مرحوم اس وقت پاکستان کی سرزمین میں احرار کے سینئر موسٹ (SENIOR MOST) ورکر تھے۔ ملتان کی جی حضوری بستی میں جب احرار کا نام سننا بھی کوئی پسند نہ کرتا تھا۔ ملک صاحب مرحوم کے والد جناب ملک برخوردار مرحوم و مغفور اور شیخ عبدالرشید صدیقی مرحوم نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک تعلق استوار کیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ملتان کے باغیچوں، پارکوں اور شاہراہوں پر امیر شریعت کی تقاریر کا غیر مختتم سلسلہ شروع ہو گیا اور بالآخر پاکستان کی بنیاد پڑنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد نہ صرف خود شاہ جیؒ ملتان کے ہو گئے بلکہ لانگے خان باغ کے ایک جلسہ میں کسی عاشق صادق کے نعرۂ مستانہ کے مطابق شاہ جیؒ کا مرقد بھی اس باغ کے متصل قبرستان جلال باقری میں بن گیا، ملک صاحب مرحوم اپنی زندگی کے آخری سانس تک مجلس احرار اسلام سے منسلک رہے، اور

: پیرانہ سالی کے حسبِ توفیق خدماتِ ملک و ملت بھی انجام دیتے رہے ، اور جس طرح سے اُن کے

مرحوم نے شاہ جی رح سے تعلق استوار کیا تھا ، انوری صاحب مرحوم نے بھی شاہ جی رح کے خاندان سے بدستور تعلقات کو قائم رکھا ۔

ملک صاحب کی وفات سے وابستگانِ احرار ایک مُخلص بزرگ کے مُخلصانہ مشوروں سے محروم ہو گئے ۔ اور ان کے اپنے خاندان کے افراد اُن کے مشفقانہ سایہ کے لئے نوحہ کناں ہیں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سب کو صبرِ جمیل کی توفیق بخشیں اور مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دیں ۔ آمین !

"مِرزائیوں کو نکیل ڈالئے"

پاکستان میں نئی حکومت کے قیام کے ساتھ ہی یہودی ایجنٹ مرزائیوں کی تخریبی سرگرمیاں بھی تیز تر ہو گئی ہیں ۔ حکومت کے بعض اقدامات سے انہیں ناجائز فائدہ پہنچا ہے ۔ مثلاً (۱) ساہی وال اور سکھر کے مسلمانوں کے سزا یافتہ قاتل سزائے موت سے بچ رہے ہیں (۲) مرزائیوں کا روزنامہ الفضل دوبارہ شروع ہو گیا ہے (۳) کفر و ارتداد کی غیر قانونی تبلیغ کی جا رہی ہے ۔ (۴) ربوہ میں مرزائیوں نے سالانہ جلسہ منعقد کرنے کا اعلان کیا ہے (۵) مرزا طاہر مارچ ۱۹۸۹ء میں جشنِ صد سالہ منانے کیلئے ربوہ آ رہا ہے ۔ (۶) مرزائیوں نے مسجد احرار ربوہ پر فائرنگ کی ۔ ان حالات میں ہم حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ امتِ مسلمہ کی اجتماعی آواز سنے اور ان مسائل کو فوراً حل کرے ۔ مرزائیوں کو نکیل ڈالے اور امتناع قادیانیت آرڈیننس پر مؤثر عمل درآمد کرائے ۔

تحریک تحفظ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرارِ اسلام پاکستان ۔ ملتان

فون : ۷۲۸۱۳

دفتر نقیبِ ختمِ نبوت میں ٹیلیفون کی تنصیب

تمام اراکین و معاونین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ دفتر نقیبِ ختمِ نبوت دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان میں ٹیلی فون نصب ہو گیا ہے ۔ (ادارہ)

فون نمبر : ۷۲۸۱۳

ڈھینچوں ڈھینچوں
"ہفتگی لاہور"
کے نام

ڈھینچوں ڈھینچوں ہفتگی لاہور[1] پنا تاشں کا
نورِ ایماں سے ہے خالی سینہ اس فحاشں کا
گالی بکتا ہے ہمیشہ مجلسِ احرار کو
یہ فرنگی زادہ بھی ہے پالتو یکتاشں — کا
اس کے مہدی کو ملی برطانیہ سے شہ مدام
یہ نہال آرزو ہے ملکۂ عیّاشں — کا
زیروی[2] کو ہم نے دیکھا تِکّی دروازہ کے بیچ
ٹانگیں اوپر سر تھا نیچا اس غنی نباشں کا
بلونت سنگھ اور ماؤنٹ بیٹن کا وظیفہ خوار ہے
قطرۂ مرزا مرکب زیروی اوباشں — کا
باز آجا زیروی یک چشم گل — اور — یاد رکھ
پھوڑ دیں گے سر ترا لاہور کے بدمعاشں کا
میرزا و زیروی صرصرِ سموم کفر ہیں
گالی بکنے پر مہیّا رزق ہے قلاشں کا

قمر الحسنین قمر

۱ـ مرزائیوں کا ہفت روزہ "لاہور"

۲ـ ایڈیٹر "لاہور" ثاقب زیروی

آئیے۔ اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے۔!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے

مسلمان توجّہ فرمائیں

★ — مجلسِ احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب — دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدّت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمّتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

★ مدرسہ معمورہ — مسجدِ نور، تغلق روڈ ملتان

★ مدرسہ معمورہ — دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان

★ مدرسہ محمودیہ معمورہ — ناگڑیاں ضلع گجرات

★ جامعہ ختمِ نبوّت — مسجد احرار متّصل ڈگری کالج ربوہ — فون نمبر: ۸۸۶

★ مدرسہ ختمِ نبوّت — سرگودھا روڈ ربوہ

★ دارالعلوم ختمِ نبوّت — چیچہ وطنی — فون نمبر: ۲۹۵۳

★ مدرسہ ابوبکر صدّیق — تلہ گنگ ضلع چکوال

★ یوکے ختمِ نبوّت مشن — (ہیڈ آفس) گلاسگو، برطانیہ

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے، مسجد احرار ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیرِ نو، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلّغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت — یہ تمام کام اُمّتِ رسول علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعاء ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے — آئیے، آگے بڑھئے اور اجر کمائیے

فقیر سیّد عطاء المحسن بخاری
مدیر مدارس التحفیظ والمساجد
دارِ بنی ہاشم ○ پولیس لائنز روڈ ○ ملتان
ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان